و نظامی و سعدی و حافظ وغیرہ وغیرہ نے عاشقانہ شعر و سخن کے پیرایہ
مین تصوف اور سلوک کے دریا بہا دئے ہین۔

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیث دیگران

لیکن اون کے اصطلاحات اور استعارات صوفیانہ ایسے معمولی
نہین ہین کہ جس سے ہر شخص اوس دریائے حقیقت سے سیرابی
حاصل کر سکے۔ علاوہ اس کے وہ فرقہ اسلام جو غیر مقلد کے
نام سے مشہور ہے اون کے نزدیک تصوف اور سلوک کوئی
چیز ہی نہین بلکہ تصوف جس کا موضوع محض تقرب الی اللہ ہے
اوس کو بالکل بے اصل اور بے بنیاد سمجھنے کے علاوہ طریقہ سلوک
یعنی ذکر جہری اور خفی اور توجہ اور حلقہ صوفیہ وغیرہ پر مضحکہ اڑاتے ہین
علاوہ اس کے وہ روشن گروہ جن کے دل و دماغ سائنس اور فلسفہ
سے لبریز ہین ممکن نہین کہ وہ تصوف اور سلوک کے قائل ہوں
تا وقتیکہ اوس کا اصول اور فلسفہ اونہین نہ سمجھایا جائے۔
اب رہنے مشایخین سلف کے خلاف جن کو اون کے بزرگون سے
سینہ بسینہ سلوک وغیرہ پہونچا ہے۔ اون کے پاس اوس کی تعلیم

قدیم طریقہ پر ہوا کرتی ہے نہ اصول سمجھایا جاتا نہ اوس کا فلسفہ اس لئے
طالبانِ حق کے قلوب جس قدر جلد اوس سے متاثر ہونا چاہیئے
نہین ہوسکتے - غرض تاوقتیکہ منکرین کے اعتراضات کا ابطال
دلائل نقلی اور عقلی سے نہ ہو اور تصوف اور سلوک کے اصول اور
فلسفے کو عام فہم اردو زبان مین نہ سمجھایا جائے - ممکن نہین کہ آفتاب
حقایق اور معارف کو فروغ حاصل ہوسکے - لہذا بنظر وجوہ مندرجہ بالا
اس خاکسار نے تصوف اور سلوک کا اصول اور فلسفہ تبلانے کے
علاوہ سلوک کے اہم اور عظیم الشان مقامات جیسے فنافی الشیخ
فنافی الرسول فنافی اللہ بقا باللہ خلوص تواضع عشق توجہ عباوات
سلوک وغیرہ وغیرہ کے اسرار اور غوامض کو اکثر عقلی اور نقلی دلائل
سے بحوالہ کتب معتبرہ ثابت کر کے یہ کتاب عام فہم اردو زبان مین
لکھی ہے تاکہ کسی کو مسائل تصوف اور طریقہ سلوک کے سمجھنے مین دقت
نہ ہو بالخصوص ارباب ظاہر کے اعتراضات کو قلم بند کر کے ارباب
صوفیہ کے جوابات بھی اوس کے ساتھ ساتھ نہایت وضاحت
کے ساتھ ادا کر دیئے گئے ہین تاکہ ارباب ظاہر اور اصحاب صوفیہ کے
قیاسات اور خیالات کی بلند پروازی کا موازنہ اچھی طرح ہوسکے ارباب
معنی اصحاب صوفیہ سے گزارش ہے کہ اس کتاب مین کوئی غلطی ہو تو معاف

فرمائیں اور اس میں اگر کوئی بات پسند اور مقبول ہو تو اوس کے صلہ
میں اس ہیچمدان کی عاقبت بخیر ہونے کی دعا فرماتے رہیں ❊ ❊

اللھم ثابت قدمی علی صراط المستقیم

احقر العبد خادم الفقرا
سراج الدین قادری المعروف
سراج پادشاہ عفی عنہ

محررہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ ہجری

تصوف

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

اگرچہ تصوف علم باطن کا ایک حقیقی نام ہے جس کو حضرات صوفیہ علم لدنی اور علم سینہ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن علماء اور حکماء کے مختلف مختلف خیالات اور قیاسات نے اوس کو معجون مرکب کر دیا ہے جس سے اُس کی اصل صورت حقیقت پردۂ معرض بحث میں ایسی پنہاں ہو گئی ہے کہ جس کا مشاہدہ عوام الناس کے لئے ممکن ہی نہیں۔ بلکہ حضرات صوفیہ جن کو اوس کی صورت حقیقت کے رویت کا دعوےٰ تھا وے بھی مطلع آفتاب تصوف کو اپنے نوک زبان علم البیان سے چاک نہ کر سکے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی

علماء ظاہرین جن کا عمل صرف کتاب وسنت پر ہے وہ تو سرے سے تصوف

اور سلوک اور کشف الہام کے قایل نہین وہ کہتے ہین کہ درحقیقت علم تصوف کی کچھ بھی اصلیت ہوتی تو خدائے پاک اپنے کلام پاک مین اوس کی خبر ضرور دیتا۔ نہ خدائے پاک نے اوس کی خبر دی۔ نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کے طرف کہین اشارہ فرمایا یہ صرف آیات متشابہات اور احادیث موضوعہ جن کی تاویل صریح منع ہے۔ اوس مجموعہ کی تاویلات کو حضرات صوفیہ نے اپنے مطالب کی طرف کھینچ تان کے تصوف کی وجود کا ڈھانچا کھینچا ہے۔ درحقیقت اوس کا وجود بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ اور ارباب صوفیہ نے بھی اوس کی اصل حقیقت کو صاف صاف الفاظ مین بیان کر کے کوئی حد قایم نہین کی صرف اونھون نے بھی اپنے رنگ اور مذاق کے موافق تصوف کی تعریف کی ہے۔ کسی[1] نے تو ورع زہد وصدق وصفا وغیرہ کے مجموعہ کا نام تصوف رکھ لیا۔ اور کسی نے تصوف کے لفظی بحث پر اپنے خیال کو حکماے اشراق کے انداز کے ساتھ جوڑ ملا دیا چنانچہ علامہ ابوریحان نے اپنی کتاب[2] مین یون لکھا ہے کہ تصوف کا لفظ اصل مین سین سے تھا جس سے اوس کا مادہ سوف ہوتا ہے۔ یونانی زبان مین سوف حکمت کو

---

[1] رسالہ قشیریہ۔ [2] کتاب الہند۔

کہتے ہین یہ یونانی کتابون کا ترجمہ ہوا تو یہ لفظ عربی زبان مین آیا - چونکہ صوفیہ کرام مین بھی حکماے اشراق کا رنگ و انداز پایا گیا - اس لئے رفتہ رفتہ سوفی سے صوفی بنگیا اس بنا پر بعض صوفیہ نے حکماے اشراق کی طرح عالم روحانیت کی تحقیقات شروع کی اور اوس کے حاصل کرنے کے چند اصول قایم کرکے اوس کا نام علم تصوف رکھا - صوفیون کے اصول جو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے نامی گرامی تالیفات مین بیان[1] فرمایا ہے - وہ یہان نقل کئے جاتے ہین -

(۱) خدا توانا ہے وہ ہر چیز مین ہے اور اوس مین سب چیزین موجود ہین -

(۲) تمام ظاہری او چھپی ہوئی مخلوق اُسی سے نکلی ہے اور اون مین اور اپنے خالق مین کوئی اصل فرق نہین ہے -

(۳) مذاہب اختلافات کے اسباب ہین مگر وہ نفس الامر کی طرف رہنمائی کرتے ہین - بعض اس مطلب کے لئے بہت ہی زیادہ مفید ہین مثلاً اسلام جس کا سچا فلسفہ تصوف ہے -

(۴) نیک اور بد مین کوئی فرق نہین ہے - کیونکہ یہ دونون چیزین خدا ہی کی

---

[1] یہ اصول حیات ولی سے الخ

ذات سے نکلی ہین اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ تصوف صف کے لفظ سے
نکلا ہے تبع تابعین کے بعد جو لوگ زہد و عبادت مین صف اول مین تھے
وہ صوفی کہلائے۔ اور ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ مین صوفی کی تاریخ
اور توصیف اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانون کے لئے اون کے زمانہ مین کوئی
فضیلت والا نام سوائے صحبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
نہین تھا کیونکہ اس سے بڑھ کے کوئی فضیلت نہ تھی تب صحابہ اون کو کہا
گیا جب اون کا زمانہ آخر ہونے لگا تو لفظ تابعین پیدا ہوا یعنی وہ لوگ
جن کو صحابی کی صحبت کا افتخار حاصل تھا وہ تابعین کے نام سے مشہور
ہوئے بعد تابعین تبع تابعین یعنی جنھون نے تابعین کا جلوہ دیکھا تھا۔
وہ تبع تابعین کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ بعد اون کے وہ فرقہ
سنت جماعت کا جو علاوہ زہد تقوی عبادت کے تزکیہ نفس سے صفائی
باطن کے طرف متوجہ ہوئے وہ اہل تصوف اور صوفی کہلائے۔
دوسری صدی ابھی ختم ہونے نہین پائی تھی کہ سب سے پہلے ابوہاشم
صوفی کو صوفی کا لقب ملا۔ اور انھی کے زمانہ مین خانقاہ کی بنا پڑی۔
جس کی غایت یہ تھی کہ ایک مقام پر اہل صفا جمع ہو کے علم باطن کی تعلیم

صوفی کی تاریخ
صوفی کی وجہ ۱۲

اور بہم خلوص اور محبت اور اتحاد پیدا کرین۔ صوفیہ کرام کے لئے پہلے جس نے خانقاہ بنائی وہ حضرت ابو ہاشم صوفی قدس اللہ سرہٗ ہین۔ اونھون نے شام کے ٹیلہ پر خانقاہ بنائی۔ اوس کی وجہ یہ ہے کہ ایک امیر آتش پرست شکار کو گیا تھا۔ راستہ مین اوس نے اس گروہ کے دو شخصون کو دیکھا کہ ملے اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور وہین بیٹھ گئے جو کچھ کھانے پینے کی چیز اپنے پاس رکھتے تھے ملکر کھانے لگے۔ بعد کھانے کے پھر چل دیئے اور اوس امیر کو انکا برتاؤ اور باہمی اُلفت پسند آئی۔ اون سے ایک کو بلوا کر دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے کہا مجھے معلوم نہین اوس امیر نے کہا کہ پھر یہ محبت کیسی جو تم کو ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔ درویش نے کہا یہ ہمارا طریقہ ہے کہا کہ کوئی تمہارا مکان ہے جہان بہم ملا کرتے ہو کہا کہ نہین اوس نے کہا کہ مین تمہارے لئے ایک مکان بنا دیتا ہون جہان کہ تم لوگ جمع ہوا کرو۔ تب اوس نے ایک خانقاہ ایک ٹیلہ پر بنادی۔[۱]

(۱) ابو جریری[۲] نے فرمایا ہے کہ اخلاق ذمیمہ سے نکلکر اخلاق حمیدہ مین داخل ہونے کا نام تصوف ہے۔

(۲) حضرت[۳] جنید بغدادی نے فرمایا ہے کہ تصوف اور صوفی اوسکا نام ہے

---

[۱] نفحات الانس۔ [۲] رسالہ قشیریہ۔

کہ جس کا جینا مرنا محض خدا پر ہو۔

(۳) رویم نے کہا کہ تصوف سے نفس کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دینا ہے وہ جو چاہے کرے۔

الحاصل تصوف کے متعلق صوفیہ اور اہل تحقیق نے مختلف مختلف رائین ظاہر کی ہین جس سے اوس کے وجود کا پتا چلتا ہے۔ لیکن اون کے مختلف بیانات سے اوس کی اصل حقیقت کی یکسوئی نہین ہوتی۔ تاہم محققین علم تصوف کے قایل اور عامل ہین۔ یہ ممکن ہے کہ ان مین سے کسی نہ کسی بلند خیال نے اس مرغ عالم بالا کا اپنی ناوک نظر عین الیقین سے شکار کیا ہو اوس کی اصل حقیقت آگے بیان کیجاتی ہے۔

ارباب ظاہر جو علم تصوف کے سرے سے منکر ہین اون کے اقوال اور استدلال کا ابطال کرنا نہایت لازمی ہے اس لئیے ہم سب سے پہلے اون کے استدلال اور اقوال پر بحث کرتے ہین۔

ارباب ظاہر کا اعتراض اون کا یہ قول کسقدر تعجب انگیز لایق ابطال اور قابل اصلاح ہے کہ تصوف کی نسبت خدائے پاک اور اوس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کلام مین خبر کہین نہین دی صرف فرقہ متصوفین نے آیات متشابہات اور احادیث موضوعہ کی تاویلات سے تصوف کے وجود کی بنیاد قایم کی ہے درحقیقت وسکی ظاہر کا اعتراض

اصل محض بے بنیاد ہے۔

ہم پہلے اون کا جواب نقلی دلائل سے ادا کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو خلیفہ اور مسجود ملایک اور خزانہ الوہیت کا خازن بنایا ہے جسکے متعلق حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے۔

ارباب

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ	اور تحقیق ہم نے عزت دی اولاد آدم کو۔
إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً	تحقیق مین بنانیوالا ہون زمین پر اپنا خلیفہ
اُسْجُدُوا لِآدَمَ	سجدہ کرو تم آدم کو۔
إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ	تحقیق ہم نے پیش کی امانت آسمانون اور زمین اور پہاڑون پر
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ	تو اون سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اس سے
أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا	اور اٹھا لیا اس کو آدمی نے بے شک وہ
الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا	تھا بڑا ظالم اور بڑا جاہل۔

ان آیات نصوص قرآنی سے حضرت انسان کی فضیلت اور بار امانت کا وجود بالکل ثابت ہوتا ہے۔ پس ہم اون سے پوچھتے ہین کہ وہ ان آیات قرآنی کے بھی قایل ہین یا نہین۔ کیا ان آیات کو بھی متشابہات کی فہرست مین داخل کرتے ہین۔ اگر نہین تو ہم اون سے پوچھتے ہین کہ حضرت آدم مین کونسی خوبی ایسی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اون کو اپنا خلیفہ بنایا اور فرشتون سے سجدہ کرایا اور خدائے پاک نے

وہ کونسی امانت پیش کی تھی جس کو آسمان وزمین پہاڑ وغیرہ اوٹھانے سے عاجز ہوئے اور انسان ہی اوس کے اوٹھانے کا متحمل ہوا۔

سر پہ خود حضرت انسان نے اوٹھایا وہ بار
کوئی مخلوق نہ جس کا متحمل ٹھہرا

پس ان تمام باتون کے جواب مین ہمین یقین ہے کہ اون کے زبان سے بے ساختہ یہی فقرہ نکلیگا کہ بے شک آیات قرآنی سے بار امانت کا وجود ثابت ہے اور انسان جمیع موجودات مین اشرف اور برتر خلیفۃ اللہ ہے پس اگر وہ انسان کی شرف اور بار امانت کے وجود پر علانیہ کلام الہی شہادت دینے پر انکار کرین تو یہ اون کی صرف ہٹ دہرمی ہی نہین بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی قوی دلیل ہے۔
اس لیئے ہم اس مجمل تقریر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہین تاکہ اونکی ذہن نشین ہوکر بار امانت کے وجود کا جس کو ارباب صوفیہ تصوف اور علم باطنی سے تعبیر کرتے ہین۔ یقین ہوتے ہین کوئی شبہ اور شک باقی نہ رہے۔ اوس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کی عزت وعظمت اور عقل کل پر ہے جو اوس کے خانۂ دل مین آفتاب جہان تاب کی طرح روشن ہے

بمصداق أَفَمَنْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَہٗ جس سے حقایق اشیاء اور اسرار الٰہیہ اور عجائبات الٰہیہ کے ادراک کرنے کی قوت حاصل ہے جس کو حضرات صوفیہ بار امانت اور علم تصوف سے تعبیر کرتے ہین ۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا ۔

علاوہ اس کے اور حدیث صحیحہ سے علم باطن ثابت ہوتا ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہین وہ یہ ہے ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَعَیْتُ[1] عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِیْکُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ لَقُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ ۔	ابوہریرہ سے روایت ہے اونھون نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو چیزین یاد کین ایک تو تم مین پھیلاتا ہون اور دوسرا اگر کہون تو گردن کاٹ ڈالی جاے ۔

غرض ان احادیث وغیرہ سے علم باطن کا وجود اور اوس کی قدامت بھی علانیہ ثابت ہوتی ہے اس بنا پر کسی گروہ اسلام کو اوس کے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نہین ہے چنانچہ اکابرین صوفیہ نے علم باطن کو سینہ بسینہ پہونچنے کے متعلق جو سلسلہ قایم کیا ہے وہ یہی ہے اس علم کی بنیاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی زمانہ مبارک مین پڑی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ

[1] مشکات شریف ۔

علیہ وسلم نے حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بطور خاص علم باطن کی تعلیم دی ہے ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ زندگی مین ذکر کے طریقے علٰحدہ علٰحدہ مذہبی عبادت مین ادا کرنے کے لئے بتلائے ہین یہین سے صوفیون کے دو گروہ قایم ہوئے - جب حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے بستر مرگ پر حضرت سلمان فارسی کو طریق ذکر مین اپنا جانشین مقرر کیا - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خواجہ حسن بصری کو اپنا نائب ٹھہرایا یہ دونون معزز جانشینون نے اپنے خلفا کے ذکر کے طریقہ کی پوری پوری تقلید کی اور آخر وقت اپنا جانشین قایم کر کے چلے گئے علم باطن کی اشاعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہونا اس حدیث سے بھی بالکل ثابت ہوتا ہے -

اِنَا مَدِیۡنَةُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا [1] - } مین علم کا شہر ہون اور علی اوس کا دروازہ ہین -

غرض اسی طرح علم باطن کے سلسلہ کو ترقی ہوئی اور وہ طریقہ پیران طریقت سے اب تک برابر جاری اور قایم ہے - امام غزالی نے صوفیون کے طریقہ ذکر کی وجہ اور تاریخ یون بیان کی ہے کہ اسلاف امت صحابہ اور تابعین

[1] حیاء العلوم -

اور تبع تابعین یہ سب ہدایت کے طریقہ پر مضبوط تھے اون کا اصل کام خداوند کی عبادت اور انقطاع عن الدنیا تھا اور آپ کی طبیعت کا میلان صرف خدا ہی کے طرف تھا اور دنیائے فانی کے بہت جلد مٹانیوالے تھے۔ اور جاہ وجلال ومنزلت سے بالکل تنفر مال اور جاہ کی پروا تھی نہ اعزاز اقتدار کی محبت بلکہ دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہوکر خلوت مین خاص استغراق اور محویت کے ساتھ عبادت مین مصروف رہتے تھے اور قرن دوم مین خلق کی مخالطت دنیا کی طرف مائل ہوئی اوس وقت جو لوگ عبادت الٰہی مین مشغول رہے اون کا نام صوفیہ مقرر ہوا الحاصل تمام صوفیون کے طریقہ ذکر علم احسان پر مبنی اور وابستہ ہین جن کی تعریف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یون فرمایا ہے۔

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ ﴿ احسان یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے جیسے اسکو دیکھہ رہا ہے اگر تو نہ دیکھہ رہا ہو اوس کو تو وہ تجھکو دیکھہ رہا ہے۔

پس استقرا سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف لفظی تبدیلی پیدا ہوئی ہے قرن اول مین ان طریقون کا نام علم احسان کے نام سے مشہور تھا اور قرن دوم مین بجائے احسان کے تصوف کے نام سے پکارا گیا ہے۔ پس کسی

[1] بخاری شریف۔

مرد مسلمان کا کام نہیں ہے کہ تصوف سے انکار کرے۔ بلکہ یہ وہ علم ہے جس کو نتیجہ اسلام اور ثمرہ ایمان اور اصول عبادت کی روح کہہ سکتے ہیں سنت صحیحہ میں علم احسان کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور وہ اصطلاحات صوفیہ میں تصوف اور سلوک علم باطن اور مکاشفہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے پہلے سب سے علم باطن کا سبق لیں جس کا پہلا رکن اعظم خود شناسی اور خدا شناسی ہے بفحوائے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ } یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اوس نے تحقیق اپنے رب کو پہچانا۔

پہلے انسان اپنی حقیقت سے واقف ہو کر خدا کو سمجھے اور اوس کی عبادت کرے تو عبادت بھی نہایت خوبیت کے ساتھ ادا ہوتی ہے اور اوسپر اسرار الہیہ کھل جاتے ہیں۔ جب کوئی خود کو نہ سمجھے وہ خدا کو کیا جانے گا مصداق مَنْ عَجَزَ مِنْ مَعْرِفَةِ نَفْسِهٖ فَهُوَ اَعْجَزُ مِنْ مَعْرِفَةِ غَيْرِهٖ۔

۔ یعنی جو شخص اپنی معرفت سے عاجز رہا وہ دوسرے کو کب پہچان سکتا ہے۔

اے شدہ از شناس خود عاجز	کے شناسی خدائے را ہرگز
چون تو در علم خود زبون باشی	عارفِ کردگار چون باشی

سلوک

آئینہ دل چو شود صاف و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

تصوف اور سلوک ان دونوں کے نام الگ الگ ہیں لیکن در حقیقت ان دونوں کا وجود ایک ہی ہے اور ان دونوں میں تعلق اور ارتباط ایسا ہے جیسا کہ روح کو جسم کے ساتھ ہے۔ روح بغیر آئینہ جسم کے جس طرح جلوہ گر نہیں ہوتی اسی طرح تصوف بھی بغیر صیقل سلوک کے تیز اور صاف نہیں ہو سکتا مثلاً ہم کو اس امر کا بالکل یقین ہے کہ دیا سلائی میں آگ پنہاں ہے لیکن جب تک کہ ہم اوس کو کسی چیز پر نہ گھسیں اوس میں سے آگ روشن نہیں ہو سکتی اس لئے تصوف کے ساتھ سلوک کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ اوس کی حقیقت یہ ہے کہ تصوف علم اور عمل ان دو چیزوں سے مرکب ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ علم بغیر عمل کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور عمل بغیر علم کے ہاتھ نہیں آتا۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصوف علم ہے اور سلوک اوس کا عمل ہے۔

سلوک کا

ارباب باطن کے نزدیک سلوک کی غرض و غایت ادراک کا وہ حاسہ پیدا

کرنے پر مبنی ہے جس کے ادراک مین حواس ظاہری عاجز او مجبور ہین علماء اور حکماء کے نزدیک ادراک کا ذریعہ حواس ظاہر ہے۔ لیکن ارباب صوفیہ کے نزدیک حواس ظاہری کے سوا ادراک کا اور بھی ایک ذریعہ ہے جو مجاہدہ ریاضت مراقبہ وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے جس کو علم لدنی کشف علم غیبی وغیرہ کہتے ہین۔

سلوک کے لغوی معنی — سلوک کے لغوی اور اصطلاحی معنی راہ چلنا اور اصطلاحات صوفیہ مین طلب تقرب الی اللہ کے ہوتے ہین۔ حضرات صوفیہ بارگاہ صمدیت تک پہونچ جانے کے لئے جو طریقے اور مقامات قایم کئے ہین ان طریقون کے مجموعہ کا نام سلوک رکھا گیا ہے۔ علاوہ اُس کے اور بھی ایک وجہ قرین قیاس ہے کہ بارگاہ صمدیت کے درمیانی مقامات اور طریقے یعنی ذکر فکر مشاہدہ مراقبہ معائنہ کا مکاشفہ وغیرہ جو قایم کر دئے گئے ہین وہ آپس مین ایک دوسرے کے معاون بنجاتے ہین یعنی بارگاہ صمدیت تک پہونچانے کے لئے ایک دوسرے کا رہبر بنکر رہبری کرتا ہے جس کو آج کل کے محاورہ مین تائید اور مدد کرنے کو سلوک سے بھی تعبیر کرتے ہین۔ جیسا کہ فلان نے فلان کے ساتھ اسی طرح مدد کیا اور فلان نے فلان کے ساتھ یون سلوک فرمایا۔ اس بنا پر ارباب صوفیہ نے کسب و ریاض کے طریقون کا نام سلوک رکھ لیا ہے۔

ارباب ظاہر کا قول — ارباب ظاہر کا یہ قول کس قدر تعجب انگیز لایق افسوس ہے کہ صرف

احکام شرعی اور فرائض اہل اسلام کے لئے کافی ہین علم تصوف اور سلوک وغیرہ جن کا وجود کتاب سنت سے ثابت نہین ہوتا۔ اوس کی پابندی مسلمانون کے لئے غیر ضروری اور ناجائز ہے۔ لیکن اون کا یہ خیال بالکل غلط اصول پر مبنی ہے۔ ظاہری عبادت اور تقویٰ طہارت کا نتیجہ بغیر خلوص اور صفائی باطن کے غیر ممکن ہے بموجب لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ شرعی تقویٰ اور طہارت اور عبادت سے صرف ظاہری عبادت اور جسم کی صفائی ہوتی ہے۔ لیکن تاوقتیکہ باطن کی صفائی نہ ہو آئینہ ایمان مین نور کی ضیا پیدا نہین ہوسکتی۔

ہزار سال عبادت کند نمازی نیست	
کسی کہ عشق نباشد خدائی راضی نیست	

ظاہری عبادت اور تقویٰ اور طہارت کے علاوہ باطن کی صفائی اور خلوص اہل اسلام کے لئے فرض عین ہے۔ کیونکہ بغیر صفائی قلب اور خلوص اور محبت کے ظاہری عبادت کا عمل بالکل بے اثر اور بے بنیاد ہے۔ اوس کی مثال یہ ہے کہ جسم بمنزل میان اور دل بمنزل تلوار ہے۔ میان کو ہزار بھی صاف کرین تو اندر کی تلوار صاف ہونا ممکن نہین جب تک کہ میان ہی

اوس کو الگ کر کے سیقل پر نہ لگائین میان کی صفائی میدان جنگ مین
کام نہین آتی جب تک کہ تلوار صاف ہو کر کام نہ کرے اسی طرح جسم اور
دل کی حالت ہے جب تک کہ انسان جسم کی صفائی کے علاوہ قلب کو
سیقل سلوک سے صاف اور آئینہ نکرے ظاہری عبادت اور تقویٰ اور
طہارت کے مقبولیت کا نور اوس مین پیدا نہین ہو سکتا

سعدی حجاب نیست کہ آئینہ پاک دار
زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

اصول تصوف عبادت الہی کی جان ہے اور سلوک آئینہ دل کا مصقلہ ہے
انسان اصول تصوف جو عین اُصول عبادت ہے اوس سے واقف
نہ ہو تو اوس کی ظاہری عبادت بظاہر ادا ہوتی ہے لیکن اوس کا نتیجہ
جو اصول عبادت کا ہے حاصل نہین ہو سکتا۔ اور جب تک آئینۂ دل
کثرت ذکر سے صاف اور پاک نہ ہو اوس مین انوار الہی کا ظہور نہین ہو سکتا
حضرات صوفیہ کے نزدیک شغل اور ذکر اور مشاہدہ اور مراقبہ کے مجموعہ کا
کام سلوک ہے انسان جس قدر منزل سلوک کو طے کرے گا اوس قدر
اوس کے مراتب بلند اوس کا آئینہ دل پاک و صاف ہو کر اوس مین مظہر

انوار الٰہی کی رونمائی ہوتی ہے۔ صرف ظاہری احکام شرعی اور فرائض کو عبادت کی انتہا سمجھنا گویا عبادت الٰہی کو دائرہ حد مین محدود کرنا ہے اور انسان عبادت الٰہی جس قدر کرین تھوڑی ہے اوس کے دریائے عبادت وحقائق بے پایان ہے وہ کسی دائرہ حد مین محدود نہین انسان اوس کی عبادت مین قاصر اور عاجز ہے۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یون فرمایا ہے۔

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

انسان کا صرف ظاہر عبادت پر اکتفا کرنا اور باطن کی صفائی کیطرف متوجہ نہ ہونا یہ ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ انسان کو چاہیئے جس قدر ہو سکے اوس کے حقائق کے سمجھنے کی کوشش کرے اور ذکر اور عبادت مین مصروف اور مستغرق رہے۔ چنانچہ خدائے پاک نے اپنے کلام مین فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔	اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو تم مجھکو کثرت سے۔
فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔	یاد کرو تم مجھکو۔ اور مین یاد کرتا ہون تم کو۔ اور شکر کرو تم میرا کفران نعمت مت ہو۔

پس ان آیات سے ثابت ہے کہ انسان جس قدر ذکر الٰہی کرے کم ہے

اور صوفیہ کے سلوک اور اُصول تصوف کی بھی غرض و غایت ظاہری عبادت کے علاوہ باطن کی صفائی اور خلوص اور عشق محبت پر مبنی ہے پس اس صورت مین ہر مرد مسلمان پر لازم ہے کہ علم تصوف سے باخبر ہو کر اوس کے بیج کمال پر پہونچنے کے جو طریقہ تجویز ہوئے ہین اوس کا نمونہ بنا لین یعنی سلوک کے ذریعہ سے اوس کے کمال پر پہونچین -

در اثبات محبت مقبولان خدا و ربط قلب شیخ

ربط شیخ

محبت کے رو دگر استخوانم توتیا گردد	کہ از سایدن صندل کجا نقصان بو برا

مقبولان خدا اور واصلان حق کی محبت اور توجہ اور اون کے فیض و برکت کا سلسلہ خدا کی معرفت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی حقیقت پر منتہی ہوتا ہے. اس لیئے اون کی صحبت اور اون کے تصور و توجہ کے اثر اور اون کے صفات اور اخلاق حمیدہ کے پرتو سے طالبان حق کے قلوب منور ہو جاتے ہین کیونکہ روح انسان کا خاصہ ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہو اُسی طرف توجہ تام ہوتی ہے اور اُسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتی ہے خواہ اونیٰ کے طرف ہو یا اعلیٰ کے طرف اوس کے اثر کو قبول کر لیتی ہے اور ادنیٰ

اور اعلیٰ کے آثار اوس مین آجاتے ہین اور ایسے آجاتے ہین کہ گویا وہی ہوجاتے ہین چنانچہ حضرت مولانا روم فرماتے ہین۔

اے برادر تو ہمین اندیشۂ	مابقی تو استخوان وریشۂ
گر گل است اندیشۂ تو گلشنی	ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی

ارباب صوفیہ کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جن افراد کے اجسام خاصان خدا کے عشق اور محبت اور تصور مین جس قدر مٹ کر فنا ہوجاتے ہین اوسی قدر اون کے مراتب بلند اور اون کا مقام عالم ملکوت پہنچاتا ہے اوس کی حقیقت یہ ہے کہ توحید کے مراتب تین ہین یعنی احدیت وحدت وحدیت۔ احدیت مرتبہ وحدیت توحید باری کا تیسرا مرتبہ ہے اس مین صفات الٰہی جو مرتبۂ وحدت مین مجملاً جیسے درخت کے تخم مین برگ اور شاخ وثمر کی طرح مضمر ہین اوسی طرح اس مرتبہ مین تفصیل کے ساتھ ظہور مین آگئے جسکو منزل ناسوت کہتے ہین اوس کا تعلق وجود عنصری سے وابستہ ہے اور اوس پر حکومت نفس امارہ کی ہے اس لئے ارباب صوفیہ نے اوس کے شور وشر وفتنہ وفساد اور وجود عنصری کی کثافت سے دور ہوکر عالم ملکوت حاصل کرنے کے طریقہ کا نام فنا فی الشیخ رکھا ہے

تا بہ جاروب لا نروبے راہ	کے رسد در سرائے الا اللہ

اور علم سلوک میں ربط قلب شیخ ایک رکن اعظم قرار دیا گیا ہے۔ جس کی بنا تحقق نسبت فی قلب اور عالم ملکوت سے ارتباط اور ارتفاع پیدا کرنے پر مبنی ہے اور حضرات صوفیہ نے شیخ کی محبت اور عظمت اور ہیبت کو خطرات نفسانی کے پُرزور داروں سے بچنے کے لئے اپنا سینہ سپر بنایا ہے۔

مقلد کا اعتراض

تصویر لابصورت متعرض ہر جہت	یعنی برائے قطع تعلق زما سوائے

لیکن ارباب ظاہر بالخصوص وہ فرقہ جو غیر مقلد کے نام سے ملقب اور مشہور ہے اوس کو علم باطن اور شغل تصور شیخ سے سخت مخالفت ہے بلکہ اوس کے شاغلون کو زمرۂ مشرکین مین اس بنا پر شمار کرتے ہین کہ وہ بجائے حق سبحانہ تعالی کے تصور شیخ کو پیش نظر رکھکر ذکر الہی کرتے ہین اور اوس کو اپنا حاجت روا و کارساز سمجھ لیتے ہین۔ کیا رہروان منزل حق کو قرآن مجید و احادیث نبوی سے رہنمائی نہین ہوسکتی جو ایک بندۂ خدا کو راہ الی اللہ مین اپنا راہبر اور مقتدی بنا لیتے ہین اور اوسکے

نفس کو خطرات نفسانی سے دور ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہین کہ جسکی اصل ایک غلیظ پانی اور جس کا وجود لحم اور چمڑے سے مترتب ہے - پس خدا کے عشق و محبت مین کسی کے تصور اور ذریعہ کی ضرورت نہین اور خدا کی عبادت اور محبت کسی کی اعانت اور امداد کی محتاج نہین صرف خدا ہی کی عبادت کرے اور اوسی سے ہی مدد مانگے بمجواے - اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ - جو لوگ خدا کے عشق و محبت مین کسی بندۂ خدا کو وسیلہ گردان کر اوس کا تصور دل مین جماتے ہین اون کا دامن اسلام داغ شرک سے پاک نہین ہوسکتا - درحقیقت کوئی شخص صورت شیخ کو بجائے حق سمجھکر تصور کرے اور اوس کو اپنا حاجت روا سمجھے تو بیشک وہ شرک کے الزام سے بچ نہین سکتا کیونکہ افراط و تفریط ہر امر مین سخت معیوب ہے ایسی افراط بھی اچھی نہین کہ جس مین صورت پرستی کی نوبت پہونچنے اور شرع محمدی کی مخالفت ہو - ارباب ظاہر جو تصور شیخ کو صورت پرستی پر محمول کرتے ہین اور صورت شیخ کو ذات احدیت سمجھنے کا جو الزام حضرات صوفیہ پر لگاتے ہین اس سے اون کی سوءفہمی کا اندازہ ہوسکتا ہے - ارباب صوفیہ صورت شیخ کو نہ خدا سمجھتے ہین نہ اپنا کارساز اون کی غرض و غایت اس سے بالکل جداگانہ اور پاک و صاف ہے وہ یہ ہے کہ جن بزرگون کے دل ماسوائے اللہ سے منزہ اور لطافت

روحانی سے منور ہین اون کی صورت کا تصور اور اون کے قلب سے
ربط قلب اس وجہ سے کرتے ہین کہ کوئی وقت خطرات نفسانی سے
انسان کا دل خالی نہین رہتا۔ وحش بدوش گھوڑ دوڑ کی طرح ہمعنان
رہتے ہین یک لحہ ٹلنے نہین پاتا کہ دوسرا شوہوکر اپنی او منگین تبلا ہے
اس لئے ایسے خطرات کو ان تصورات کے خنجر سے پامال کر دیتے ہین۔
تاکہ قلب ماسوئے اللہ سے خالی ہوجائے اور قلب کو یکسوئی حاصل
ہوکر اوس مین تجلیات روحانی پیدا ہوجائے۔ اس مین کچھ شک نہین کہ
خدا کی عزت وعظمت اور خدا کی یکتائی اوراس کی اعانت سب پر مقدم
اور موثر ہے لیکن صفات کمالیہ کی عزو عظمت جس کا مشاہدہ دائرۂ نظر
سے باہر نہین ہے اوس کے اثر سے انسان کا دل جلد متاثر ہوجاتا ہے۔
اوراُس کے علاوہ تصور شیخ مراد جسم کثیف جو لحم اور پوست سے مرکب ہے
وہ نہین ہے بلکہ قلب شیخ جو مبدۂ فیض ومظہر انوار الٰہی ہے اسی کو
تصور شیخ یا آنکہ ربط قلب شیخ کہتے ہین چونکہ ذات باری ہر حدوث سے
مبرہ ومنزہ وبیچون وبیچگون ہے اور جب ذات باری حواس ظاہری
کے دسترس سے باہر ہے تو ممکن نہین کہ ان آنکھون سے اوس کے
جلوہ جمال کو دیکھ سکے اوس کے مشاہدہ کے لیئے کوئی طریقہ یا کوئی آلہ
ضرور چاہیئے۔ اگر راہ الی اللہ مین ذریعہ اور وسیلہ کی جب ضرورت نہ تھی تو

بغیر انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسلام کی تعلیم کو انسان کا عنصر خمیر بنا دے پر کیا خدائے پاک کی قدرت عاجز تھی جو پیغمبرون کی ذریعہ اسلام کے اوس نے دعوت دی ہے اور بلا توسط انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو براست وحی پھونچ جانے کا انتظام ہونا کیا خدا کی حکمت کاملہ سے بعید تھا جو جبریل علیہ السلام کا واسطہ وحی ہونا وغیرہ ان تمام اسباب کی کیا ضرورت تھی۔ صوفیہ کرام تصور شیخ اور محبت مقبولان خدا کے اثبات مین جس نصوص وآیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کرتے ہین وہ یہ ہین۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ	یعنی اے لوگ جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اوس کے وسیلہ۔
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ۔	ضبط کر اپنے نفس کو اون کے ساتھ کہ اپنے رب کو رات دن یاد کرتے ہین اخلاص سے اور مت پھیر اپنی آنکھہ کو اون سے۔

احادیث نبوی

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ اَنَّ النَّظَرَ اِلٰى وُجُوْهِهِمْ عِبَادَةٌ۔	گروے وہ لوگ ہین کہ جب دیکھے جاوین تو اللہ یاد آئے تحقیق نظر کرنی دیکھنا اون کے چہرہ پر بڑی عبادت ہے۔

ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے تو حضرات صوفیہ کے شہرت تصور شیخ کو معراج پر پہونچا دے ہین ۔ اسی بنا پر صوفیہ کرام کے نزدیک یکسوی قلب اور عالم ملکوت سے اتصال حاصل کرنے کے لئے تصور شیخ اور صحبت صوفیان باصفا سے بہتر اور بڑھکر کیا شغل ہو سکتا ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب دہلوی نے مشکوۃ کی شرح باب الحفظ والغیبۃ مین اس حدیث کی شرح یون فرمائی ہے ۔

خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ ۔ | یعنی اللہ کے برگزیدہ وہ لوگ ہین کہ جب اون کو دیکھا جاسے تو اللہ یاد آسے ۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب بھی ربط قلب کے نسبت فرماتے ہین ۔ انکی عربی ۔ عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ مین کہتا ہون کہ حق تعالے کے کثیرہ ہین کوئی زاہد ذکی ہویا غبی مگر وہ اوس کے مقابل ظاہر ہو کر مسجود ہو گیا ۔ اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا بھی یہی مفہوم ہے حالانکہ خدا کے لئے کوئی خاص مقام معین نہین ۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکو ہونکہ اللہ تعالی اوس کے اور اوس کے قبلہ کے درمیان مین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ حبشن سے پوچھا کہ اللہ کہان ہے تو وہ لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر حضرت نے اوس سے

پوچھا کہ مین کون ہون تو اوس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا مراد اوس
کی یہ ہے کہ تجھکو خدا نے بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ یہ ایماندار ہے تو اے سالک تجھ پر کچھ مضائقہ نہین اسمین کہ
تو متوجہ ہو مگر اللہ ہی کی طرف اپنا دل نہ لگاوے اوس کی عرش کیطرف
متوجہ ہو کر اوس نور کا تصور کرے جس کو اللہ تعالی عرش پر رکھا ہے اور وہ
نہایت روشن چاند کی طرح ہے یا قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے چاہئے رسول
مقبول صلعم نے اوس کی طرف اشارہ کیا ہے ربط قلب شیخ اس حدیث کا
گویا مراقبہ ہے ان احادیث سے ثابت ہے کہ جن لوگون کو دنیا سے
وابستگی نہین ہے اور شب و روز ذکر الہی مین غرق رہتے ہین اون کے
طرف متوجہ ہونا گویا دنیا سے بے تعلق ہو جانا ہے اور اون کے تصور اور
محبت خدا کی یاد مین مصروف ہونے پر توجہ لائق ہے طالبان حق
کے لیئے صوفیان باصفا کی توجہ اور صحبت اکسیر اعظم کا اثر رکھتی ہے۔

در بہاران کے شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ برنگ
چند سالے سنگ بودی دل خراش	آزمون را یک زمانے خاک باش
گر تو سنگ خارہ و مرمر بُدی	چون بصاحبدل رسی گوہر شوی
یک زمان صحبت با اولیا	بہتر از صد سال زہد بے ریا

غرض اس تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی کام خواہ دینی ہو یا دنیوی بغیر ذریعہ
اور وسیلہ کے انجام نہیں پاتا۔ مثلاً آفتاب اگرچہ عالم اجسام سے ہے تمثیل
اور حواس ظاہری سے اوس کا ادراک بدیہتاً ہو سکتا ہے لیکن اوسکی
تمازت اور گرمی کی شدت اس قدر ہے کہ انسان کی نگہ اوس پر ٹھہر
نہیں سکتی اور آنکھیں اوس کی شعاعیں سے خیرہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن
اوس کو پانی میں دیکھا جائے تو اوس پر آنکھ اچھی طرح جم سکتی ہے
اور وہ صاف نظر آجاتا ہے۔ پانی گویا اوس کے مشاہدہ کا آئینہ اور آلہ
تبصیر اس بنا پر حضرات صوفیہ تصور شیخ کو آسمان حقایق کا آفتاب اور
جمال محمدی کا آئینہ اور منزل روح کا رہبر اور بارگاہ صمدیت کا زینہ اور
مکان لامکان کا دوربین سمجھتے ہیں۔ جو شخص فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے تو اوسکا
وجود اور اوس کے افعال اور حرکات شیخ کے وجود اور افعال و حرکات
سے متماثل ہو جاتے ہیں بلکہ سراسر مجسم شیخ بنجاتا ہے۔ یہانتک کہ وہ
دیکھتا ہے تو شیخ کی آنکھ سے اور سنتا ہے تو شیخ کے کان سے اور
کہتا ہے تو شیخ کی زبان سے۔ مرتبہ فنا فی الشیخ کا انتہائی درجہ اسی کیفیت کا
نام ہے۔ اور یہی کیفیت کا سلسلہ عالم روحانیت سے ملجاتا ہے
اور تصور شیخ سالکان سلوک کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے سالکان سلوک
مستعد مرتبہ فنا فی الشیخ حاصل کرنے کے لئے مختلف طریقے اور مختلف

اذکار جیسے نفی اور اثبات وغیرہ وغیرہ بیان فرمایا ہے ان کا حاصل کرنا فیض صحبت شیخ پر منحصر ہے منجملہ ان کے ایک طریقہ جو پیشوایان طریقت ابتدائً طالبان حق کو ارشاد فرماتے ہین وہ یہ ہے آنکھہ اور منھ بند کر کر تصور شیخ کو پیش نظر رکھے اور زبان سے اسم ذات اللہ کہتے رہے اور ربط قلب کے ساتھ اس کا ذکر کا مشق اس قدر کرے کہ جس سے کثافت جسمانی دور ہو کر لطافت حاصل ہو جائے اور زبان سے خود بخود اللہ اللہ کی صدا نکلے جب طالب حق کو اس شغل مین انہماک ہو جاتا ہے تو اوس کا دل صاف وکدورت سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس پر گوناگون تجلیات برق خاطف کی طرح چمکتی ہین جس کو ارباب صوفیہ تجلیات عالم ملکوت سے تعبیر کرتے ہین اور اوس سے اتصال پیدا کرکے اوس مین غرق ہو جانے کا نام فنا فی الرسول رکھا ہے

آج کل نوجوانان اسلام کے عقاید نہایت خطرناک اور قابل اصلاح ہین جنکو انگریزی تعلیم اور وہریہ لوگون کی صحبت نے شریعت وعلم معرفت سے نابلد کر دیا ہے بلکہ ان کے دلون پر فلاسفہ اور سائنٹیفک لوگون کے خیالات کا اثر ایسا پڑا ہے کہ تصوف اور سلوک کے عظیم الشان مقامات جیسے عالم ملکوت کا ذکر اور مشاہدہ مقام فنا اور بقا کی کیفیت سنتے ہین تو ہنستے ہین۔ نعوذ باللہ منھا اگر ان کی خوبیان اُن کے مذاق اور طرز بیان مین نہ سمجھائے جائین

تو تصوف اور سلوک کے عظیم الشان مقامات سایہ کی طرح ڈہل جانیکا سخت اندیشہ ہے سلوک مین سب سے اول جو شغل فنا فی الشیخ ہے اوس کا اثبات ہین اونہین کے الفاظ اور اونہین کے طرز بیان مین جس سے اون کو دلچسپی ہے لکہے جاتے ہین تاکہ شغل تصور شیخ کی تفہیم اچہی طرح ہو کر سلوک کے مراتب طے کرنے کا اونہین بہی شوق ہو بقول مولانا روم

بہر طفل تو پدر تی تی کند	گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند
کم نگردد فضل استاد از علو	گر الف چیزے نداند گوید او

جاننا چاہیئے کہ ارباب نظر کی صحبت اور نظر بمنزل مقناطیس اور کبریت احمر کے ہے اور ارباب ظاہر کا وجود بمنزل سنگ اور مس خام کے جس طرح مقناطیس سنگ و مس کو اپنے طرف کہینچ لیتا ہے اسی طرح ارباب نظر کی توجہ انسان کے دلکو کہینچ لیتی ہے اور اون کے صحبت کا اثر ایسا پڑتا ہے کہ اون کے نور باطن سے دل کندن کی طرح چمکنے لگتا ہے۔ یعنی اون کے نور باطن سے کثافت جسمانی دور ہو کر لطافت حاصل ہوتی ہے اور جس نے اون پر اپنی نظر جاتا ہے وہ اپنی ہستی مہوم کم نابود کر دیتا ہے یعنی اون کے نور نظر سے اوس کے حواس معطل ہو جاتے ہین۔

اور وہ اون کے رنگ سے رنگین ہوجاتا ہے ۔

آناکہ خاک رابنظر کیمیا کنند		آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

اون لوگون کے حالات اور اقوال کو ذرا گوش دل سے سنئے جنھون نے ذکر خدا اور مشاہدہ انوار الٰہی مین اپنی ہستی کو بھولا دیا ہے اون کے مطالب اور اون کے کنہ کو ذہن نشین کرلین تو یہ صاف ظاہر ہوجائیگا کہ اون کی صحبت اور اون کے تصور مین اثر کس درجہ کا ہوتا ہے ۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ		تیر جستہ باز گردانند ز راہ

وہ یہ ہے[1] کہ ایک فقیر حضرت خواجہ عبداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت مجالس مین بیٹھکر آپ کے روئے مبارک کو بہت دیکھا کرتا تھا۔ آپنے ایک روز اوس کے طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک کو بہت دیکھتا تھا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہماری صورت بہت نہ دیکھا کرو

[1] رشحات ۔

ایسا نہ ہو کہ پھر تم اپنے دل کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھو پھر خواجہ احرار نے
یہ مصرع پڑھا۔ ع دید شود ہر کہ بہ بیند رخ ما۔
بعد اوس کے فرمایا کہ مرید کو چاہئے کہ اپنے پیر کے دونون ابرو کے درمیان
نظر جمائے اور ٹکٹکی باندھے رہے اس سے حجاب درمیانی اٹھ جاتا ہے
اور احوال مواجید معاینہ مشاہدہ ہوتے ہین۔
اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اور حق کے
درمیان حجاب یہی انتقاش صور کونیہ ہین جو اوس کے دل مین ہین اور
اور یہ انتقاش پراگندہ صحبتون اور سیرون کے سبب سے اور گونا گون
الوان واشکال کے دیکھنے کی وجہ سے زیادہ ہوتے ہین اور دل مین گھر
کر لیتے ہین۔ ان کو نیست ونابود کرکے جس طرح ہو نفی کرنا اور مٹانا
چاہئے علاوہ اس کے اس بات سے بھی مطلع ہونا چاہئے کہ کتابون کا
مطالعہ اور بات چیت رسمی اور دیگر باتون کا کہنا اور سننا اون نقوش کو
بڑھاتا ہے اور جملہ صورتون کا مشاہدہ اور طرب انگیز نغمون اور سازون کا
استماع اون نقوش کو حرکت اور تموج مین لاتا ہے اور یہ سب بعد اور
غفلت کے مواجبات ہین طالب کو اون کی نفی کرنی واجب ہے۔
پس چاہئے کہ ان اشغال سے اجتناب کرے اور صاف دل سے حق
سبحانہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرین۔

سعدی حجاب نیست کہ آئینہ پاک دار | زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

حقیقت فنا فی الرسول

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ | حسنت جمیع خصالہٖ صلو علیہ وآلہٖ

یہ مرتبہ نورانی اور مطلع تجلیات رحمانی ذات احدیت کے عروج کا دوسرا دروازہ ہے جس کو وحدت کہتے ہین۔ اور سالکان سلوک نے اس مرتبہ کو حاصل کرنے کے لیے شغل فنا فی الرسول قایم کیا ہے۔ اور اوس کی غرض غایت عالم الرواح اور عالم مثال کے مشاہدہ اور معائنہ پر مبنی ہے جس کو منزل جبروت کہتے ہین۔ پس جو شخص فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے اوسکے افعال وحرکات شیخ کے افعال وحرکات سے مماثل ہوجاتے ہین اور وہ باعتبار افعال وحرکات کے مجسم شیخ ہی بنجاتا ہے اور اوس کا وجود عنصری پاک وصاف ہوجانے کے علاوہ تقویٰ وعبادت وطہارت وشریعت کاملہ پر قایم ہوجاتا ہے جو غایت شریعت ہے جس کا منشا محض عبودیت اور منزل لاسوت کی مزاحمت سے بری ہونے پر مبنی ہے اور ذکر الہی سے ناسوت کے زنگ والایش سے پاک وصاف ہوکر اوس کا دل آئینہ معرفت بنجاتا ہی جس مین انوار نبوت کے تجلیات نمایاں ہوجاتے ہین۔

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست	ہر شعاع نور خورشید خداست

جس کو ارباب صوفیہ حقیقت محمدی اور تعین اول کہتے ہیں اور یہی مرتبہ سب سے اول ذات احدیت کا باعث ظہور ہوا بمضمون اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ اور اسی آئینۂ وحدت میں اسما اور صفات الٰہی بالتفصیل ظہور پائے جس کو عیان ثانیہ کہتے ہیں۔ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ کُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ۔ اور اسی بحر وحدت میں صدق و صفا و صبر و رضا جود و سخا تسلیم و عطا کی نہریں موج زن ہیں اور جو شخص فنا فی الرسول ہو جاتا ہے اوس کا وجود سراسر نور لطیف اور اوس کا نفس منزہ مطمئن ہو جاتا ہے اور اوس میں اوصاف روحانی پیدا ہو جاتے ہیں جس کی خبر خدا نے اپنے کلام مجید میں دی ہے یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ جب اوس کا ظہور ہوتا ہے تو اوس کو عالم مثال کہتے ہیں اور عالم مثال سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کی صورت اور مثال ظاہر ہوتی ہے اور وہ صورت مثال بہ نسبت اجسام ظاہری کے نہایت لطیف اور پاک ہے۔ اور عالم اجسام عالم مثال کا نمونہ اور مظہر ہے۔ عالم اجسام کی عمارت کا سنگ بنیاد بھی یہی ہے اور جب وہ چاہیں ہر جسم متجسد اور ہر شکل سے متمثل ہو کر ہر جگہ اور ہر مقام کا سیر کرتا ہے۔

اور قوت مدرکہ[1] اوسی آئینہ نور محمدی کا مظہر ہے جس سے حقایق اشیا اور خیر و شر کا ادراک ہوتا ہے جس کو وحی الہام خرق عادت اور کشف و کرامت کہتے ہین۔ اور اوس قوت کے مدارج متفاوت ہین جس کی قوت کمال درجہ پر ہوتی ہے اوس کو نبی اور پیغمبر کہتے ہین اور جس کی قوت متوسط درجہ پر ہو اوس کو ولی اور قطب کہتے ہین اور جو شخص اس قوت سے محروم ہے اوس کو امی اور جاہل کہتے ہین۔ ارباب ظاہر اوس قوت نورانی سے بہی مخالفت نہین کرتے بلکہ اوس کے مدارج کمالات کو تناسخ سے تعبیر کرتے ہین اور اوس کے کاملین کو دائرۂ اسلام سے خارج کرکے زمرۂ مشرکین مین شامل کرتے ہین۔

ارباب ظاہر نے ارباب صوفیہ پر حملہ نہین کیا۔ بلکہ اونھون نے عالم روحانیت کی حقیقت جسکی تحقیق ان کے دائرۂ عقل سے باہر اور جس کا مشاہدہ ان کے احاطۂ بصیرت سے خارج ہے اوس سے اپنی علانیہ لاعلمی ظاہر کی ہے اور ارباب صوفیہ کے علم و فضل کے آب و تاب کے آئینہ کو اپنے منطقی دلائل سے چور چور کرنے کی کوشش کرتے ہین یہہ بات تعجب انگیز ہے کمالات قوت نورانی جس کو عالم مثال کہتے ہین اور اوس کا مشاہدہ ہر شخص کو ہوتا ہے اور اوس کے اثر سے ہر شخص

[1] مطالب العالیہ۔

اپنے وجود عنصری سے الگ ہوکر جسم لطیف کے ساتھ سیر و سفر کرتا ہی
جس کو عالم رویا کہتے ہین ہاوجودیکہ ارباب ظاہر عالم رویا سے ماہر ہونے
پر بھی یہ نہین معلوم ہوتا کہ حضرات صوفیہ کے دامن کمالات پر تناسخ کا
داغ کس بنا پر لگاتے ہین اور اپنے دامن کو اوس سے مبرہ کس روسے
سمجھتے ہین۔ اگر ارباب ظاہر نے عالم مثال کو تناسخ سمجھ لیا ہے تو اون کی
کم فہمی کے ثبوت مین اس سے بہتر اور بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے۔
مسئلہ تناسخ کو عالم مثال سے کوئی نسبت نہین ع چہ نسبت خاک را
با عالم پاک۔ ان دونون کے عقائد اور اصول مین زمین اور آسمان کا فاصلہ ہے
مسئلہ تناسخ جو اہل ہنود کا عقیدہ ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان
مرجانے کے بعد دوسرے کسی ایک جسم سے مجسم ہوکر پھر عالم اجسام مین
آتا ہے اور جسم اول کی طرح اپنی گذر اور بسر کرتا ہے اور اس کا تسلسل
تاوقتیکہ یہ جسم اپنی غایت کو نہ پہونچے برابر جاری رہتا ہے۔ عالم مثال
کی حقیقت یہ ہے کہ عالم مثال جس کو کہتے ہین اوس کا مقام عالم ارواح
اور عالم اجسام کے درمیان ہے جو روح انسانی تجلی رحمانی کا حقیقی پرتو ہی
اور جس کی بدولت انسان کی زندگی ہے اور جس کی قوت سے جسم و
اعضا مین حس و حرکت پیدا ہوتی ہے اور جب وہ روح مثال کی طرف
متوجہ ہوتی ہے تو وہ مثالی صورت عالم مثال مین پھرتی ہے۔ اور جب

اوس کی توجہ بالکل عالم مثال کی طرف ہو کر جسم عنصری سے قطع تعلق ہوجاتا ہے تو اوسی کو موت کہتے ہین بلکہ امام محمد غزالیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب اور امام فخر الدین رازی وغیرہ نے صورت مثالیہ کو عذاب و ثواب شرعیہ کا مستحق ٹھہرایا ہے و رحقیقت وجود عنصری اور حواس خمسہ وغیرہ مرتبۂ وحدت یعنی نور نبوت کے حجابات عارضی ہین اور وہ اس قدر حایل ہوئے ہین کہ انسان حقایق اشیار کے اوراک سے عاجز اور عالم بالا کے سیر و تفرج سے معذور ہے۔ اس لئے ارباب صوفیہ اپنے زہد و ورع سے ان حجابات کو جس کی کثافت نے نور نبوت کو زنگ آلودہ کر دیا ہے اوس کو دور کرتے ہین اور اوس نور نبوت مین اس قدر محو ہو جاتے ہین کہ گویا نور مجسم ہی بنجاتے ہین اور چشم زدن مین آسمان ہاے ہفتم کی سیر کرتے ہین جس کو تجرد و مثال کہتے ہین اور عالم بالا کے اسرار و عجائبات اون کے آئینۂ دل مین خود بخود منکشف ہوتے ہین جس کو مشاہدہ اور معائنہ کہتے ہین۔

گہ بر طارم اعلے نشینم	گہ بر پشت پاے خود نہ بینم

پس اس سے معلوم ہوا کہ عالم مثال کا مشاہدہ ان دونون حضرات کو بھی حاصل ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ ارباب ظاہر پر اس کا اثر صرف عالم رویا

ہیئت محسوس ہوتا ہے اور ارباب باطن پر بیداری مین بھی اس صورت مین کسی گروہ اور کسی فرقہ کو اس سے انکار نہین ہوسکتا بلکہ جدید تحقیقات کی روسے بھی تجدد امثال اس طرح ثابت ہوچکا ہے کہ جسم[۱] کے اجزا جلد جلد فنا ہوجاتے ہین اور اون کی جگہہ نئے اجزا بنتے جاتے ہین یہان تک کہ ایک مدت کے بعد انسان کے جسم مین سابق کا ایک ذرہ باقی نہین رہتا بلکہ بالکل ایک نیا جسم بنجاتا ہے ۔ جبکہ پرانے اجزا کی جگہہ دوسرے نئے اجزا خودبخود قایم ہوجاتے ہین ۔ اس لئے جسم کا فنا ہونا محسوس نہین ہوتا مولانا روم نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے مولانا بحر العلوم اون کے اشعار کی شرح مین لکھتے ہین ۔

"بیان است مر مسئلہ تجدد امثال را وآن این است کہ صور ہمہ کائنات در ہر متبدل می شود کہ در ہر آن صورتے معدوم می شود و صورت آخری در آن موجود می شود با وحدت وآئین نیست کہ ایک صورت باقی باشد در دو آن لیکن چونکہ صورت زائلہ شبیہ صورت حادثہ است حس این متبدل را نمی یابد و گمان برده می شود کہ ہمان صورت مستمره است ۔"

ایسے کاملین بھی بہت گزرے ہین جو عالم روحانیات سے صورت جسمانیت مین ظاہر ہوئے ہین اس لئے اون کا احوال مختصر لکھا جاتا ہے تاکہ طالبان حق کو

۱؎ سوانح عمری مولانا روم مصنفہ شبلی نعمانی ۔

اس امر کا حق الیقین ہوجائے وہ یہ ہین۔
حضرت خواجہ عزیزان علی رامتی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روز تیرہ[۱۳] جگہہ دعوت ہوئی آپ آن واحد مین سب جگہہ دعوت مین موجود تھے ایک جگہہ آپ کا جسم عنصری تھا باقی جگہہ صورت مثالی روحی تھی۔ مولانا جامی[۵۴] رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ مفرح رحمتہ اللہ علیہ کو ایک شخص نے عرفہ کے دن عرفات مین دیکھا تھا اور پھر حج سے واپس آکر ایک دوسرے شخص سے اوس نے ذکر کیا کہ مین نے حضرت شیخ مفرح کو عرفہ کے دن عرفات مین دیکھا تھا اوس نے کہا کہ مینے عرفہ کے دن اون کو یہان گھر پر صبح سے شام تک دیکھا تھا دونون نے قسم کھائی کہ جو ہم مین جھوٹا ہوا اوس کی جورو اوس پر طلاق ہوگی۔ آخر وہ دونون ملکر اس بات پر جھگڑتے ہوئے حضرت مفرح رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنا اپنا حال عرض کیا آپنے فرمایا کہ تم دونون سچے ہو کسی کی جورو پر کسی کی طلاق نہین ہوئی۔ اور ایک صاحب فرماتے ہین کہ مجھکو یہ حال سن کر بڑا تعجب ہوا کہ دونون سچے کیونکر ہوسکتے ہین۔ مین نے حضرت شیخ مفرح علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت ان دونون مین ایک سچا تھا اور دوسرا ضرور جھوٹا پھر کیسے کسی کی جورو پر طلاق نہین آیا۔ وہان ایک جماعت علماء حاضر تھی آپنے

---

۵۳ کرامت اولیا۔ ۵۴ نفحات الانس۔

اون کے طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس کا جواب وہ کسی سے اس کا جواب کافی اور شافی نہین دیا۔ اسی اثنا مین جواب اس کا مجھ پر ظاہر ہوا شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تم ہی جواب دو مین نے کہا کہ جب ولی درجہ ولایت کا پاتا ہے اور ایسی قوت اوس کو عطا کیجاتی ہے کہ وہ اپنی روح کو کسی صورت مین متمثل کر سکے تو ہو سکتا ہے کہ کسی نے حضرت شیخ کی کوئی صورت اون صورتون مین سے عرفات مین دیکھی ہو اور گھر پر دیکھنے والے نے بھی اون مین سے کوئی صورت دیکھی ہو دونون دیکھنے مین سچے ہون اس لئے کہ کسی کی جورو پر طلاق نہ آیا ہو۔ شیخ مفرح رحمتہ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا کہ جواب صحیح ہے جو تم نے دیا اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالون مین لکھا ہے کہ بین طائفہ اولیا اللہ مین سے بعضون کو دیکھا ہے جن کی صورت روحانی صورت جسمانی پر متجسد اور متمثل تھی اور وہ اسی صورت متجسد سے مصروف بکار رہتے تھے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اون کی صورت جسمانی ہے اور اوس کو دیکھ کر کہتے تھے کہ ہم نے فلان صاحب کو دیکھا حالانکہ وہ اون کی صورت جسمانی نہین تھی حضرت عبداللہ موصلیؒ کا بھی یہی حال تھا جو مشہور بہ قضیب البان موصلی ہین شیخ عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ سنا گیا کہ موصل کے ایک

قاضی صاحب حضرت قضیب البان کے حال سے منکر تھے ایک روز
اونھون نے شہر کے کسی کوچہ مین دور سے حضرت قضیب البان صلی
رحمتہ اللہ علیہ کو آتے دیکھا اپنے جی مین کہا کہ آج خوب موقع ہے ان کو
پکڑ کر حاکم کے روبرو لے چلین اور ان کا سب حال کہین گے ۔ قاضی صاحب
اپنے جی مین یہ بات کہہ رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہین کہ قضیب البان صلی
صاحب تو نہین ہین ایک پہلوان چلا آتا ہے کچھ تھوڑا آگے بڑہے تو کیا
دیکھتے ہین کہ وہ پہلوان بھی نہین ایک اعرابی ہے اور جب وہ قاضی صاحب
کے پاس آئے تو قاضی صاحب نے دیکھا کہ ایک فقیہ ہین قاضی صاحب
نے کہا کہ ان چارون مین سے کون سے قضیب البان کو حاکم کے پاس
لیجاوگے اور سزا دلواوگے قاضی صاحب یہ دیکھکر شرمندہ ہوئے اور
توبہ کر کے مرید ہو گئے ۔

سالکان راہ سلوک اپنے طریقہ زہد سے لوح دل کا ایسا مصقلہ کرتے
ہین کہ جس مین آفتاب نور نبوت کی شعاعین پڑتی ہین اون کے
اثبات مین یہ دلیل پیش کرتے ہین ۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ	یعنی دو دریا چلائے ملتے ادنمین پردہ ہے جس سے بڑھنے نہین پاتے پھر تم رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور ان دونون سے موتی اور مونگا نکلتا ہے ۔

لہ تفسیر حقانی

اوس قادر مطلق نے دو دریا روان کئے جو ملے ہوئے چلتے ہین اور باہم
مخلط نہین ہونے پاتے ان مین ایک قدرتی برزخ یعنی پردہ رکھا ہوا ہے
جس سے دونون باوجود اتصال کے خلط ملط نہین ہونے پاتے یہ دو دریا
کس کے بس مین ہین اور کس کی حکومت ان پر نافذ ہے اسی قادر مطلق
کی ان دو دریا سے کونسا مراد ہے ابن جریج کہتے ہین یعنی شور سمندر زمین
کی میٹھی ندیان ہین جیسے کہ نیل جیحون ۔ دجلہ ۔ فرات ۔ گنگ وغیرہ جب
یہ سمندر مین گرتے ہین کو سون تک دونون پانی جدے سے ممتاز معلوم
ہوتے ہین اور دو دھارین الگ الگ معلوم ہوتی ہین رنگت مین بھی
اور پانی کے میٹھے اور کھارے پنے مین بھی ۔ بعض کہتے ہین خود سمندرین
کے مختلف ٹکڑے مراد ہین بحر فارس و روم وغیرہ بعض محققین کہتے ہین
لفظ مین تعمیم ہے یہ بھی مراد ہین اور اون کے ساتھ اور دریا مراد ہین جیسا کہ
دریا ملکیت اور بہمیت جو ایک میٹھا اور کھاری ہے انسان کے اندر
ملے ہوئے چلتے ہین اور مختلط ہونے نہین پاتے اور ان سے بعد
تہذیب و شائستگی حاصل کرنے کے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہین جنکو موتی
اور مونگا کہتے ہین اور اسی طرح انسان کے متضاد قوتین مراد ہین جنکے
دریا اون کے اندر ملے ہوئے چلتے ہین موتی سیپ مین پیدا ہوتا ہے اور
مونگا ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخین نشوونما کرتا ہے وہ بھی

سمندر سے پیدا ہوتا ہے پس حضرات صوفیہ کے نزدیک اس کی اصلی حقیقت یہ ہے کہ عالم ناسوت اور عالم ملکوت انسان کے اندر دونوں دریا ہین اور دونوں کے درمیان جو برزخ ہے جس کی وجہ سے مل نہین سکتے وہ نور نبوت جو مظہر مرتبۂ احدیت ہے اور میٹھے کھاری دونوں دریا سے جو موتی اور مونگا نکلتا ہے اوس سے اوصاف حمیدہ اور ذمیمہ مراد ہین عالم ناسوت دریا شور ہے کیونکہ اوس پر نفس امارہ سایہ افگن ہے اوس سے جو مونگا نکلتا ہے مونگا جو ایک پتھر کی شاخین ہین پتھر سے مراد یہان نفس امارہ ہے مونگا سے مراد اوس کے اوصاف یعنے حسد نفاق کینہ غصہ اور شہوت یہ اوصاف کس قدر تلخ اور سخت ناگوار ہین اظہر من الشمس ہین اور دریائے شیرین سے مراد عالم ملکوت ہے جس پر نفس مطمینہ جلوہ افگن ہے اور موتی سے مراد اوس کے اوصاف حمیدہ یعنی زہد تقوی صدق وصفا حلم وحیا صبر ورضا وغیرہ یہ کس قدر شیرین اور خوشگوار اور مرغوب الطبع ہین اور دونوں دریا کے درمیان جو برزخ ہے وہ قلب انسان مطلع آفتاب نور نبوت ہے اوسکی قوت اس قدر قوی ہے کہ جس سے دونوں دریا باہم مل نہین سکتے اپنے کام کیے چلے جاتے ہین۔ اس آیت قرآنی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دونوں دریا کے درمیان ایک برزخ ہے جس کو حضرات صوفیہ نور نبوت سے

تعبیر کرتے ہین اور اوس کو اپنے طریقہ مشق سے حاصل کرتے ہین جس کا
نام فنافی الرسول ہے آج کل کے روشن گروہ کا اس پر اعتراض ضرور ہوگا کہ (ن گروہ کا اعتراض)
عالم ملکوت اور ناسوت جب اوسی ذات مطلق کے دونون مظاہر ہین
تو اون کے خواص یکسان ہونا چاہیئے مختلف مختلف خواص اور تام یعنے
اوصاف حمیدہ اور ذمیمہ یہ کس بنا پر کہلاتے ہین اس کا جواب اون کے
ہی خیال اور مذاق پر ادا کیا جاتا ہے تاکہ اس کی حقیقت کی تفہیم او تفہین
اچھی طرح سے ہو در حقیقت[۱۵۷] خطرات ناسوتی اور ملکوتی یہ دونون تجلیات (صوفیہ کا جواب)
رحمانی ہین لیکن قلب انسان جو بمنزل شیشہ ہے وہ مختلف مختلف
خیالات رنگینی سے رنگ آلودہ ہے اسی کو خطرات شیطانی کہتے ہین
اور وہ اس تجلی رحمانی کو اپنے مناسبت رنگ اور حال پر ظاہر کرتا ہے جیسا (مثال)
کہ رنگین شیشہ چراغ کے روبرو طرح طرح کے رنگون سے نظر آتا ہے
اور چراغ اپنی اصلی نورانیت کے ساتھ اس پر تابندہ ہے اس کے
نورانیت مین کچھ تفاوت نہین لیکن جو شیشہ چراغ کے روبرو ہے
اوس نور کو اپنے رنگ کے مناسبت سے ظاہر کرتا ہے اگر شیشہ سبز
رنگ کا ہے تو اوس نور چراغ کو سبز رنگ سے ظاہر کرتا ہے اگر سرخ ہے
تو اوس نور چراغ کو سرخ بتلاتا ہے اگر شیشہ تمام رنگون سے پاک ہو تو

---

۱۵۷ اسرار مطلق۔

نور چراغ کو اصلی نورانیت کے رنگ کو ظاہر کرتا ہے اس طرح قلب جو روح اور جسم کے درمیان برزخ ہے اگر وہ قلب روح کی لطافت سے متصف ہوتا ہے تو تجلی ذات جو تمام برائیون سے بری ہے اوس کو نیک اوصاف کی صورت مین ظاہر کرتا ہے جس کو اوصاف ملکیہ کہتے ہین اور جب وہ قلب کثافت سے متصف ہو تو اوس تجلی کو برے اوصاف کے لباس مین ظاہر کرتا ہے جس کو بہیمیہ کہتے ہین اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے قلب کو جو روح اور جسم کے درمیان مین ہے اوس کو افعال ذمیمہ کے رنگون سے پاک اور صاف رکھے تاکہ اوس مین نور نبوت جو پرتو روح روحانی ہے اپنے اصلی نوریت کے ساتھ جلوہ گر ہو جائے حضرات صوفیہ نور ہدایت کو نور نبوت سے تعبیر کرتے ہین اوسکے ثبوت مین یہ آیت قرآنی ہے۔

[1] اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔

اللہ دوست ہے ایمان والون کا اون کو نکال رہا ہے اندہیرون سے روشنی کی طرف اور جو کافر ہین اون کے دوست ہین شیطان نکال رہے ہین اون کو روشنی سے اندہیرون مین یہی لوگ ہین دوزخی اوس مین ہمیشہ رہین گے۔

ایمان ایسی عمدہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ بندہ سے محبت کرتا ہے

[1] تفسیر حقانی۔

اون کو کفر اور طبیعت اور رسوم کے اندھیرون سے نکالکر نور مین داخل
کرتا ہے اور جو اوس پر ایمان نہین رکھتے اونکے محب اور مددگار شیاطین ہین
جو اون کو نور فطرت سے کفر اور اخلاق رذیلہ اور شہوت اور جاہ و مال کے
اندھیرون مین ڈالتے ہین جو موت کے بعد جہنم کی صورت مین ظاہر ہونگے
اور جس طرح اندھیرون مین سے اون کو عمر بھر رستگاری نہین ہوئی اور
وہان بھی نہ ہوگی ہمیشہ جہنم مین رہین گے۔ لیکن محققین اور متصوفین کے
نزدیک ایماندار وہی لوگ ہین جن کا ایمان توحید ذات و فی الصفات ہی
توحید ذات و فی الصفات کے معنی یہی ہین کہ خدا کی ذات مین جیسا کوئی
شریک نہین ہے ویسا ہی اوس کی صفات مین بھی کسی کو شریک نہ سمجھے
جس کو ایمان کامل کہتے ہین حضرات صوفیہ کا ایمان کامل ہے اور وہ حقیقی
ایماندار ہین کیونکہ وہ سلسلۂ صفات کو ذات سے الگ نہین سمجھتے
بلکہ صفات کو بھی عین ذات سمجھتے ہین اور سوائے ذات کے صفات
مین بھی کسی کو شریک نہین کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے
اون سے بہ سبب اون کے ایمان کامل اور عشق حقیقی کے اور اون کو
اندھیرون سے نکال کر نور نبوت مین داخل کرتا ہے۔

منفرد در سخن مشو کہ توحید خدا	واحد دانستن ہے نہ واحد گفتن

اندھیروں سے مراد یہاں کثافت عنصری اور خطرات نفسانی ہین جبکے
نور نبوت آئینہ دل پر تاریکی آتی ہے تو رسول اونکو دور کرکے نور میں
داخل کرتا ہے یعنی کثافت عنصری اور خطرات نفسانی کو دور کرکے اور
نور نبوت میں داخل ہونے کی ہدایت اور توفیق دیتا ہے وہ اوسکی
ہدایت اور توفیق سے کثافت عنصری اور خطرات نفسانی کو اپنے طریقہ
زہد سے آئینہ دل کا ایسا مصفا کرتے ہین کہ جسمین نور نبوت ظاہر ہوتا ہے
عشق اور محبت اوس کی اون پر ایسی طاری ہوتی ہے کہ اوس مین جو بھی
محو ہوجاتے ہین جس کو فنافی الرسول کہتے ہیں اور جبکو اسپر اعتراض ہے
اون کے دوست شیطان ہین اور اون کا ایمان کامل نہین ناقص ہے
کیونکہ وہ سلسلہ صفات کو ذات سے الگ سمجھتے ہین اون کے دوست
شیاطین ہین خواہشات نفسانی اور تعلقات شہوانی یعنی بظاہر تقوی طہارت
عبادت ہے جس کی وجہ وہ داخل دائرہ ایمان ہین اون کو اون سے نکالتے
ہین تقوی و طہارت و عبادت سے مراد محض رضاے الہی ہے نہ بہشت
مین داخل ہونے کا وسیلہ اور نہ دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ایسا خیال کرتا
گویا نور ایمان سے نکلکر کفر و اخلاق رذیلہ کے اندھیرے کنویں میں
اندھوں کیطرح گرنا ہے چنانچہ خدا نے پاک نے اپنے کلام پاک مین
فرمایا ہے۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ سالکان سلوک سے نور نبوت حاصل کرنے کا جو شغل قایم کیا ہے جس کو فنافی الرسول کہتے ہین اس آیت قرانی کی بالکل تصویر کھنچی ہے شغل فنافی الرسول نور نبوت کا جسم ہے تو یہ آیت اوس کی جان ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ارباب صوفیہ کا عقیدہ کس درجہ اور کس رتبہ کا ہے اور اون کے سلوک کی بنیاد کس قدر مضبوط اور مستحکم ہے صوفیہ کرام نے فنافی الرسول کے طریقے مختلف بتلائے ہین اون سب سے جو آسان اور موثر ہے وہ یہان لکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مرتبہ فنافی الشیخ حاصل ہونے کے بعد طالب حق آنکھہ منھہ بند کر کر لفظ محمدؐ پر تصور جما کر اللہ اللہ زبان و دل سے کہتے جائین یہان تک کہ اوس مین نور جو پیدا ہوگا اوسی مین محو ہو کر اپنی ہستی سے الگ ہو جائے ان لمعات کو مجلس محمدی کہتے ہین اوس مین داخل ہو جائے تو منزل جبروت کی رونمائی ہوتی ہے اور اوس مین اشیا و حقائق یعنی عرش لوح قلم جنت و دوزخ کا ادراک اور مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام محمد غزالی فرماتے ہین۔

بل الایمان بالنبوۃ ان یقر باثبات طور وراء العقل تنفتح فیہ عین یدرک بھا مدرکات خاصۃ والعقل معزول عنھا کعزل السمع عن ادراک الالوان	یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ ہے جو عقل سے بالاتر ہے اور جس مین وہ آنکھہ کھل جاتی ہے جس سے وہ چیزین معلوم ہوتی ہین جس سے عقل بالکل محروم ہے جس طرح سامعہ رنگ کے ادراک سے بالکل معذور ہے۔

اور فرماتے ہین۔

وبالجملة فمن لم یرزق منه شیئاً بالذوق فلیس یدرك من حقیقة النبوة الا الاسم	مختصر یہ کہ جس نے تصوف کا مزہ نہین چکھا وہ نبوت کے حقیقت کو جان نہین سکتا بجز اس کے نبوت کا نام جان لے۔
وما بان لی بالضرورة من ممارسة طریقتهم حقیقة النبوة وخاصیتها	یعنی صوفیون کے طریقہ مشق سے مجھکو نبوت کی حقیقت معلوم ہوئی۔

حقیقت مرتبہ فنافی اللہ

نقاب چہرہ ندارد نگار دلکش من	تو خود حجاب خودی حافظا ازمیان برخیز

مرتبہ احدیت ذات مطلق کا پہلا مرتبہ ہے جس کو واجب الوجود مجہول النعت اور غیب الغیب کہتے ہین وہ قید تعینات سے بالکل الگ اور بری ہے جس کی نسبت حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ عَلِیْمٌ ۝

اس مقام پر عقل کے پر جل جاتے ہین بلکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ -

منزل جبروت آفتاب احدیت کا مطلع نزول ہے یعنی روح جو خاص مظہر ذات مطلق ہی اوس مین جلوہ گر ہوئی ہے جس کی شان مین حق تعالی نے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّهٖ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فرمایا ہے -

مقام روح بہ بین حیرت آمد	نشان از وی بگفتن غیرت آمد

اس بحر عمیق مین ہزارون نے غواصی کی اور ہاتھ پاؤن مارا لیکن اس بحر ذخار کے تہ کو کوئی نہ پہونچا آخر سب ہون نے ہی کہہ کے رہ گئے -

چہ شب ہا نشستم درین سیر گم	کہ وحشت گرفت آستینم کہ قم

نہ کسی محققین کی تحقیقات سے یہ جوہر مجرب ہاتھ آیا نہ کوئی طبعین کی تدقیقات کے نتائج سے کوئی نتیجہ یقینی نکلا آخران دونون کی کشتی تحقیق بحر عقل مین غرق ہو گئی لیکن اس جوہر مجرد کا شا یہ بھی نظر نہین آیا آخر کچھ بھی بن نہ پڑی تو اونہون نے خیالی پلاء پکانا شروع کیا -

دیدۂ عشق نشد کس بہ یقین محرم راز	ہر کسی بر حسب فہم گمانے دارد

ارباب فلسفہ اور حکمائے طبعیین مین سے کسی نے تو اس جوہر مجرد کو
مادہ ہی سمجھ لیا اور کسی نے تو ترکیب اور استمزاج عناصر سے جو طبیعت پیدا
ہوتی ہے اوسی کا نام روح رکھا اور کسی تو علت العلل کا سلسلہ قایم کر کے
آخر علت کو روح کہنے لگا ان لوگون کی تحقیقات پر نقص اسوجہ سے پیش نہین
ہوسکتا ان لوگون کی تحقیقات کی حد یہین تک ہے کہ یہ لوگ ان ہی چیزون
کے قایل ہین جو اون کے تجربہ اور مشاہدہ مین ثابت ہوتے ہین کیونکہ اونکی
تحقیقات کا سلسلہ دائرہ عقل ہی مین محدود ہے اور اس جوہر مجرد کی تحقیقات
اوس سے بالکل باہر اس بناپر یہ وجود باری اور نبوت اور کلام الہی کے
قائل نہین ہوتے لیکن محققین اسلام جن کا ایمان وجود باری اور نبوت اور کلام
الہی پر کامل ہے البتہ اون کا دامن تحقیق داغ نقص سے بچ نہین سکتا کیونکہ روح
مجرد کے نسبت آیات قرآنی جیسے ۔
نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؕ وغیرہ باوجود دلالت
کرنے پر بھی وہ بجائے غور وخوض کے ان آیات نصوص قرآنی کو نظر انداز
کر کے طائر روح کو عالم بالا پر ہی اوڑا دیا۔ نصوص قرآنی سے اغماض کر کے
اور یہ فرمایا کہ یہ متصل ہے نہ منفصل نہ داخل ہے نہ خارج نہ قریب ہے نہ
بعید بلکہ اس کا تعلق روح حیوانی کے ساتھ بتلایا ہے جو ہر انسان میں موجود ہے
یہ تعلق اس قسم کا ہے کہ جس طرح آفتاب کا عکس آئینہ پر اور آئینہ اپنی جگہہ موجود ہے

لیکن اس کا عکس آئینہ مین پڑتا ہے اور اوس کو روشن کرتا ہے اس طرح روح عالم ملکوت مین ہے اوس کا پرتو ارواح حیوانی پر پڑتا ہے اوس کی وجہ سے انسان عجیب قوی کا منظہر بنجاتا ہے بقول حضرت مولانا روم -

در ہوائے غیب مرغے مے پرد		سایۂ او بر زمین می گسترد
جسم سایہ سایۂ دل است		جسم کے اندر خور پایۂ دل است
مرد خفتہ روح چون در آفتاب		در فلک تابان و در تن جامہ خواب

اور جن لوگون کے دلون پر روح مجرد کا کچھ پرتو پڑا ہے تو وہ اپنے وجود ہستی سے بے خبر ہو گئے نہ تو اوس کی حقیقت سے خبردار ہوئے اور نہ کسی کو خبردار کر سکے

این مدعیان در طلبش بے خبر انند		کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اور جو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مشتغل ہوئے اور نور نبوت کی شعاعین جن پر پڑتی ہین البتہ اون کے آئینۂ دل مین روح مجرد کی رونمائی ہو جاتی ہو لیکن اون کے منھ پر شریعت کا ایسا قفل پڑا ہے کہ جس سے وہ اوسکی اصلی حقیقت بیان کرنہین عاجز اور مجبور ہین بالغرض کسی کے جزبۂ حق سے شریعت کا

پروہ ذرا بھی سرکا دیا تو تکفیر کے فتوی نے اوس کو فوراً سولی پر چڑھا دیا۔

شبلی سوال کرد بدرگاہ رب کریم	منصور را بدار چرا دادی حکیم
منصور بود واقف اسرار دوست	ہر کس کہ راز فاش کند این سزائی اوست

اور بعض بعض عارفان باللہ نے روح مجرد کی نشاندہی کرنے مین جو جرأت کی بھی تو تشبیہات اور تمثیلات کے پیرایہ مین کرکے ایسے الگ نکل گئے کہ پھر اوس کی اصل حقیقت تفصیل کی محتاج ہی رہی۔ جیسے آنکھہ کو نور سے اور کان کو سامعہ سے اور ناک کو شامہ سے وغیرہ وغیرہ جیسا تعلق ہے اوسیطرح روح کو جسم سے تعلق ہونا ظاہر کیا ہے یہ تشبیہات کا پیرایہ تعجب انگیز اور غور کے قابل ہے غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تشبیہات کا پیرایہ اصحاب ظاہر کے لئے روح مجرد کی عین حقیقت کے اثبات مین محض بے سود ہے کیونکہ نور اور سامعہ اور شامہ وغیرہ بھی تو اوسی روح عالم بالا کے ستارے کے سہ تارہین جیسا کہ عقل روح کی اوراک مین عاجز ہے اسی طرح یہ اُن قوتون کے اوراک مین بھی معذور ہے۔

اشیاء عالم بالا کے اثبات مین عالم بالا کے ہی اشیار سے تشبیہ اور تمثیل دیجائے تو حضرت انسان اوس کی حقیقت سے واقف ہو کر کس طرح مرتبۂ حق الیقین کو

پہونچے۔ لیکن سلطان الاولیا قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز بیانی نے اس راز سربستہ کی گرہ کھولدی ہے اون کے مطلع تنبیہات دمین آفتاب روح کی صورت صاف نظر آتی ہے اور اون کا ہر ایک لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت انسان ہی دراصل روح مجرد ہے لیکن اوس کے جسم اور اعضاء اور عقل اور حواس وغیرہ کے عارضی حجابات اُس پر ایسے حایل ہوئے ہین کہ جس سے وہ اپنی اصل حقیقت سے بے بہرہ ہوگیا ہے اور روح مجرد کو اپنے سے الگ اور جداگانہ چیز سمجھ کر ڈھونڈ رہا ہے بقول مولانا روم

بشنو از نے چون حکایت می کند	وز جدائی ہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند	وز نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

اس لئے حضرت ممدوح کے قول کی پوری نقل معہ شرح یہان لکھی جاتی ہے تاکہ حضرت انسان جو روح مجرد کو اپنے سے الگ اور جداگانہ چیز سمجھ کر مدتون اس کی تلاش مین حیران و نالان ہے اوس پر خود ہی روح مجرد ثابت ہو کر آپ اپنے شربت وصل سے مست و مخمور ہو جائین وہ یہ ہے

وقال رضی اللہ عنہ واعلموا رحمنا اللہ | ترجمہ قدرہ روحانیون مین کبھی داخل

تَطْمَعَ اَنْ تَدْخُلَ فِيْ زُمْرَةِ الرُّوْحَانِيِّيْنَ حَتّٰى تُعَادِيْ جُمْلَتَكَ وَتُبَايِنَ جَمِيْعَ الْجَوَارِحِ وَالْاَعْضَاءِ وَتَنْفَرِدُ عَنْ وُجُوْدِكَ وَحَرَكَاتِكَ وَسَكَنَاتِكَ وَسَمْعِكَ وَبَصَرِكَ ۔	نہین ہو سکتا جب تک تو اپنے تمام چیزون سے علحدگی اور مخالفت نہ کرے اور تمام جوارح اور اعضا سے جدا نہ ہو اور جب تک تو اپنے وجود ہستی سے اور حرکات و سکنات اور شنوائی اور بینائی اور گویائی ۔

اور بطش اور سعی (خلاف شرع) اور عقل غریزی سے اور ان سب چیزون سے جدا اور الگ نہ ہو جو قبل از وجود تیرے روح کے لئے تھے (جیسے جوارح اور اعضا ہین اور جو تجھ مین روح پھونکی جانے کے بعد پیدا ہوئی جیسے عقل عزیزا ور حواس ہین کہ یہ حقیقت بشریت ہین) کیونکہ یہ سب تیرے رب کے درمیان مین حجابات ہین جب تو منفرد ہو جائے گا تو پوشیدہ در پوشیدہ اور پنہان در پنہان ہوگا اور اپنے سر باطن سے سب سے جدا ہو جائیگا اور جو چیز کہ حجاب اور ظلمت ہوگی اوس کا دشمن ہوگا اور اوس کو اپنا بت سمجھے گا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سوائے خدا کے جو میرا ایک دوست ہے اور سب بت دشمن میرے پس تجھکو یقین کرنا چاہیے کہ تو خود سارا اور تیرے اجزا مع تمام خلق کے بت ہین۔ پس اپنا اور کسی چیز کا فرمان بردار نہ ہو ہرگز ہرگز اون کی تابعداری نہ کر جب تیرا یہ حال ہوگا کہ تو چیز منفرد ہو جائے گا تو اوسوقت تجھکو اسرار اور علم لدنیہ اور اوس کے عجائبات کا

امین کر دیا جاوے گا اور کشف وشہود تیرے سے ظاہر ہونے جاوینگے یہ
ایک قوت مین قبل الیسی قدرت کی ہے [illegible] عطا کی
جاوینگے روح منفرد ہو جاویگی [illegible] کے بعد آخرت
مین زندہ کیا گیا ہے اور [illegible] ہو گیا ہے [illegible] اللہ ہی
کے ساتھ پڑتا ہے اور سعی کرتا ہے [illegible]
کے ساتھ قرار اور آرام پاتا ہے اللہ ہی کے ساتھ پس تو پرہیز سے جو ماسوا
اوس کے ہے اندھا ہو جاوے گا اور بہرہ ہو جاوے گا اور تجھکو اوس کے
غیر کا وجود ہی نظر نہ آوے گا۔ اور یہ حال تیرا [illegible] اور [illegible]
احکام شرع سے کچھ بھی کم ہو جاوے گا تو اس بات کا یقین جان لے کہ
تو مفتون ہے اور تیرے ساتھ شیاطین کھیلتے ہین پس تجھکو چاہیے کہ
حکم شرع کی طرف رجوع کرے اور اوس کو لازم پکڑے اور اپنے ہوس کو
چھوڑے اور اس بات کو یقین جانے کہ ہر حقیقت اور ہر امر شریعت کے
گواہ سے ثابت نہ ہو اور شریعت اوس کی گواہی نہ دے وہ زندقہ ہے۔ ۱۲
پس اس قول سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مراتب توحید یعنی واحدیت و وحدت
وغیرہ روح مجرد کے حجابات ہین ان دونون کے وجود و فعل و حرکات
اور رنگ و لباس الگ ہونے کی وجہ سے مختلف نامون سے پکارے
جاتے ہین۔ مثلاً دریا موج و حباب انکے صورت مختلف ہونیسے مختلف نام بھی

قرار پائے ہین لیکن سب کی اصل پانی ہی ہے اس طرح انسان بھی باعتبار وجود رنگ و لباس کے مختلف نامون سے نامزد ہے جیسا کہ مرتبے واحدیت مین انسان اور مرتبۂ وحدت مین نور اور مرتبۂ احدیت مین روح کہلاتا ہے ۔
مراتب توحید کے عروج و نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کوئی جداگانہ چیز نہین ہے دراصل روح خود انسان ہی ہے ۔

تو اصل وجود آمدی از نخست	❀	دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

اس بنا پر پیشوایان طریقت نے مراتب توحید کے لحاظ سے سلوک کے بھی مدارج مختلف مختلف قایم کئے ہین جس کا اصلی مقصد یہ معلوم ہوتا ہی کہ درمیانی حجابات سے الگ ہوکر خود روح مجرد بنجانے پر مبنی ہے جیسا کہ وجود عنصری جس کا شمار ابتدائے واحدیت مین ہے اوس سے گذر جانے کے لئے ربط قلب شیخ قایم کیا ہے جس کے تصور اور ربط قلب سے وجود عنصری کی کثافت دور ہوجائے کثافت عنصری دور ہوجانے کے بعد لطافت حاصل کرنے کے لئے شغل فنافی الرسول قایم کیا ہے جس کی مشق سے مرتبہ نورانیت حاصل ہوجائے جس کو مرتبۂ وحدت اور حقیقت نبوت کہتے ہین اور مرتبۂ نورانیت سے بھی گذر کر مرتبۂ روح حاصل کر لیگے

لیئے شغل فنا فی اللہ مقرر فرمایا ہے جس کی کثرت اور ریاضت سے مرتبہ نور عین روح بنجاتا ہے۔

معشوق عیان بود نمی دانستم گفتم کہ طلب بجائے رسم		با من عیان بود نمی دانستم خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

لیکن ارباب شہود یعنی جو ذات مطلق کو سلسلۂ کائنات سے الگ سمجھتے ہین وہ اس تحقیق پر نقص پیدا کرتے ہین کہ روح قدیم ہے انسان حادث ہی روح کو فنا نہین ہے اور جسم انسان فنا ہو جاتا ہے اگر حضرت انسان ہی روح مجرب ہو تو کیون بحر فنا مین غرق ہو جاتا ہے اور کیون اوس کی ہڈی اور چمڑا گل کر خاک در خاک ہو جاتے ہین۔ پہلا اعتراض

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت۔ کس پر صادق آتی ہے انسان ہی روح مجرد ہو جاوے تو خالق اور خلق مین کوئی امتیاز باقی نہین رہتا اور شرعی احکام یعنی امر و نہی کی پابندی بالکل بے ضرورت اور بے اصل ثابت ہوتی ہے اور عذاب و ثواب کا مستحق کون ہے اور عالم آخرت جو ایمان کا ایک رکن عظیم ہے جس کے اثبات مین خاص سورۂ عم نازل ہوا ہے اوس کا وجود اس سے بالائی ہوا ہو جاتا ہے لیکن اصحاب وجود جو خدا کو سلسلۂ کائنات

الگ نہین سمجھتے وہ ارباب شہود کے اعتراض کو ان استدلال سے رفع کرتے ہین کہ انسان[1] دراصل روح ہے لیکن امکانیہ مظاہر ہین خدا کے اسماء اور صفات کا ظل ہے اصل اور ظل مین بہت فرق ہے مثلاً اگرچہ آفتاب بذات خود پاک ہے لیکن اوس کا سایہ نفاست اور نجاست پر برابر پڑتا ہے لیکن آفتاب اوس سے آلودہ نہین ہوتا. اسی طرح روح ہر مرتبہ مین مختلف مثالی صورتون مین ظاہر ہوئی ہے اس کے معنی یہ نہین کہ روح مجرد بذات خود اس مین آئے یا حلول کر گئی بلکہ اس کے معنی یہ ہین کہ غیریت کچھ بھی نہین سب اوس کے ظہور اور تجلیات ہین چنانچہ عکس آفتاب نہین کہہ سکتے لیکن دراصل عکس آفتاب سے الگ نہین ہے اوسی کا ظہور اور مظہر ہے عکس پر حکم لگائے جائے اصل پر نہین لگایا جاتا. اسی طرح انسان مرتبہ عبودیت مین ظل روح مانا جاتا ہے درحقیقت مرتبہ ربوبیت کا رکھتا ہے پس اس صورت مین احکام شرعی مین کچھ خرابی نہین پڑتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تشبیہ کے شان ہی مین یہ فرمایا ہے ۔

خلق آدم علی صورته، کیونکہ ذات مطلق کا ظہور ہر مرتبہ مین مختلف صورتون مین اسماء مختلف رنگ ولباس مین ہوا ہے لیکن تمام صور نوعیہ اوسی بحر وحدت کے موج وحباب ہین اور تعینات وتقیدات وغیرہ اوسی رشتہ واجب الوجود

---

[1] اسرار الطریقت۔

کی گرہ مین جب صورتوہیوست جائین اور تعینات کی گرہ کھل جائے تو حضرت الانسان ہی عین روح ہے جس کو تجرد عن المعاد کہتے ہین حضرت امام محمد غزالی نے اس حدیث کی یون شرح کی ہے کہ اون کی پوری عبارت کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

؎ صورت اسم مشترک ہے شکلون کی ترتیب اور بعض شکلون کو بعض سے ملانے یا اختلاف ترکیب پر بولتے ہین یہ قسم تو صورت محسوسہ ہے اور کبھی ترتیب معنی پر بھی بولتے ہین جو محسوس ہے اور معنی کے لیئے بھی ترکیب اور ترتیب اور باہمی نسبت ہوتی ہے جیسا کہ کہتے ہین مسئلہ کی صورت ایسی ہے اور واقع کی صورت ایسی ہے اور علم اور حساب کی صورت ایسی ہے اور عقل کی صورت ایسی وغیرہ اس قول مین صورت معنوی مراد ہے اس مین روح کے اون مناسبات کی طرف اشارہ ہے جن کا خدا کی ذات اور صفات اور افعال کی طرف روح اور مآل ہے کیونکہ روح کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بذات خود عرض ہے نہ جوہر اور نہ جسم نہ اس کا کسی جہت اور مکان مین حلول ہے اور نہ وہ بدن کے ساتھ متصل نہ منفصل نہ وہ عالم مین ہے نہ بیرون مین داخل ہے نہ خارج یہ سب کے سب ذات الٰہی کے صفات ہین [illegible] روح کی حقیقت

سلہ اخرجہ [illegible]

[illegible] متکلم اللہ تعالیٰ [illegible] سمیع [illegible] مرید [illegible] حی اور [illegible]
[illegible] عمل [illegible] افعال [illegible] میں کبھی [illegible]
انسان [illegible] ہوتا ہے جس کا [illegible] اثر دل پر ظاہر ہوتا ہے پھر روح
حیوانی [illegible] ہے کہ وہ ایک قوت لطیف ہے دل کے درمیان
سرایت کرکے [illegible] پہنچتی [illegible] کی طرف جاتی ہے
جو [illegible] طرف جاتا ہے
جو [illegible] میں پھر [illegible] ہوتی ہے اور کاتب
[illegible] قلم [illegible] سیاہی [illegible] کاغذ پر جس صورت
کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا وہ صورت ویسی ہی لکھی جاتی ہے جیسا کہ قوت خیال
میں متصور تھی جب تک مکتوب کی صورت اول خیال میں نہ ہو اوس کا کاغذ
لکھنا ناممکن ہے اور جس شخص نے اللہ کے افعال اور اوس کے پیدا کرنے کی
کیفیت میں غور کیا کہ نباتات اور حیوانات کو آسمان اور ستارون کی حرکت
کے ذریعہ سے پیدا کیا اور آسمان اور ستارون کو فرشتون سے حرکت دلائی
تو جان لے گا کہ انسان کا تصرف عالم اصغر ہے یعنی بدن میں ایسا ہے کہ
جیسا خالق کا تصرف عالم اکبر میں ہے اور معلوم کرے گا کہ انسان کا دل
باعتبار اوس کے تصرف کے بمنزلہ عرش کے ہے اور دماغ بمنزلہ کرسی
کے ہے اور حواس بمنزلہ ملائکہ کے جو اللہ کے مطیع ہیں یعنی جن کی عادت

بلبل خدا کی اطاعت ہے اور امر کے خلاف کرنے کی طاقت نہین رکھتی
اور پٹھے اور اعضا انسان کے بمنزلہ آسمان کے ہین اور اوس کی انگلیون
مین طاقت طبیعت کی ہے اور جسمون مین گڑی ہوئی اور جمی ہوئی ہے
اور سیاہی بمنزلہ عناصر کے ہے جمیع اور ترکیب اور تفریق کے قبول کرنے
کے لیئے وظلیل ہین اور انسان کے خیال کا خزانہ بمنزلہ لوح محفوظ کے ہے
اور جو کوئی ان مناسبات کی حقیقت پر مطلع ہوگا وہ معنی خلق آدم علی
صورتہ کو سمجھے گا۔

اس مین کچھ شک نہین کہ امام صاحب کی یہ تشریح نہایت دلفریب و دلکش
ہے بالخصوص حضرات صوفیہ کے دلکو لبھاتی ہے لیکن اون کے طرز
بیان سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ روح اور جسم دو جداگانہ چیزین ہین اونکے
آئینہ تحقیقات مین دونون کے وجود اور شکلین الگ الگ اپنی چمک اور
دمک دکھلا رہی ہین جو عینیت کے خلاف ہے یعنی جس سے ھو الاول
ھو الاخر ھو الظاہر ھو الباطن کا اشارہ بالکل مفقود الخبر ہوجاتا ہے
لیکن مولانا روم کی تحقیقات نے روح اور جسم جو باغ توحید کے دو گل ہین
اوس مین البتہ عینیت کی بو پیدا کی ہے فرماتے ہین۔

چہ اعجاز ہا میکند ہر زمان		کدام دانہ فرورفت در زمین کہ نرست

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ دراصل انسان یعنی روح مجرد کبھی
فنا نہیں ہوتا بلکہ موت کے یہان یہ معنی ہوتے ہین کہ جسم کثیف سے جسم
لطیف بنجاتا ہے جس کو عالم مثال کہتے ہین۔ مثلاً کوئی تخم زمین مین دفن
کرنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاک ورخاک سڑ گلکر نابود ہوگیا لیکن
پھر اوسی مین سے برگ و شاخ و ثمر پیدا ہو جاتے ہین۔ اسی طرح سے انسان کا
جسم دفن ہو کر خاک ورخاک ہوتا بظاہر معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت جسم
کثیف ہی سے جسم لطیف پیدا ہو کر عالم الارواح مین رہ جاتا ہے جسکو ہم
دوسری زندگی یا قیامت کہتے ہین۔ پس اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ
روح عالم مثال سے عالم اجسام بنکر ظاہر ہونیکا نام حیات ہے پھر عالم اجسام سے
عالم مثال مین عود کرنے کا نام موت ہے۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
عالم مثال ہی حساب و کتاب سزا و جزا کا مستحق ہے جیسا کہ عالم اجسام پر رنج
و راحت کا اثر محسوس ہوتا ہے اسی طرح عالم مثال پر محسوس ہوتا رہیگا۔
درحقیقت انسان ہی روح ہے لیکن وہ پردہ پوشیدہ ہے یعنی حجابات وجود
ہستی وغیرہ مین پوشیدہ ہونے کے علاوہ خواہشات نفسانی کے زنگون کا
انبار اوس کے دل پر لدا ہوا ہے جب تک کہ ریاضت و عبادت کی بوتہ مین
گل کر پاک و صاف نہو حضرت انسان خود روح مجرد کا مدعی بن سکنے کا
مستحق نہین ہے جب تک سونا بوتہ مین گل کر کسوٹی پر نہ چڑھے کامل العیار

نہیں ہوتا اس طرح انسان حجاب وجود وغیرہ سے جب تک صاف وپاک نہ ہو جائے روح مجرد کا دعوے ہرگز ہرگز نہیں کرسکتا اور ان حجاب اور خواہشات نفسانی کے زنگوں سے دور ہونے کے لئے پیران طریقت نے کیا کیا ریاضتیں کیں اور کس طرح تزکیہ نفس کا کرتے رہے اور کیسے کیسی عبادات اور مجاہدات کی کسوٹی پر گھس گھس کر اپنی ہستی کو فنا کیا ہے اوسکا اندازہ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے غرض جو شخص فنا فی الرسول ہو جاتا ہے تو اوس کا وجود سراسر نور نبوت بنجاتا ہے۔ اوس سے اوصاف روحانی پیدا ہوتے ہیں جیسے صبر وتحمل رضا وتسلیم توکل وقناعت وغیرہ اور اوسکے آئینۂ دل میں تجلیات روحانی کا انعکاس ہوتا ہے اور اوس پر عجائبات لدنیہ اور اسرارات غیب کھلجاتے ہیں پھر اوس نور نبوت کو روح مجرد سے اتصال ہو جاتا ہے اور کشش محبت اور جذبۂ عشق اسپر اس قدر طاری ہوتے ہیں کہ وہ اپنی ہستی نورانیت کو بھی پھر روحانیت میں فنا کر دیتا ہے جس کو مرتبۂ فنا فی اللہ کہتے ہیں پھر اوس کے نظر میں تمام کائنات بلکہ اوس کا ہر ایک ذرہ بھی مظہر خدا نظر آتا ہے اور وہ خود اسمار اور صفات کا مرکز بنتا ہے یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے تو خدا کی آنکھ سے اور سنتا ہے تو خدا کے کان سے وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہے لا تتحرك ذرة الا باذن الله کا خلاصہ مرتبہ فنا فی اللہ ہی ہے۔

کہ بچشمان دل مبین جز دوست	ہر چہ بینی بدان کہ مظہر اوست

جو شخص کہ فنا فی اللہ ہوجاتا ہے تو وہ مکلف نہیں قرار دیا جاتا کیونکہ بحر وحدت مین ایسا غرق رہتا ہے نہ اوس کو اپنی خبر رہتی ہے اور نہ دوسرون کی۔ لَیْحُوْ اَیْ لَا رَبَّ وَلَا عَبْدَ جو شخص واصل حق ہوجاتا ہے تو وہ وجود ہستی سے بالکل بے نیاز ہوجاتا ہے۔ مثلاً کعبہ مین داخل ہوجانے سے جیسے قبلہ کی قید لازم نہین آتی ہے اسی طرح انسان واصل حق ہوجانے سے عبدیت کی قید اوٹھ جاتی ہے۔ چنانچہ مقام فنا فی اللہ ہی مین حضرت بایزید بسطامی سبحانی ما عظیم الشانی فرمایا ہے اور حسین حلاج نے انا الحق کہا ہے پس مقام فنا وبقا و مرتبہ نبوت تصوف اور سلوک کے اہم اور عظیم الشان مقامات ہین حضرت انسان جب تک دنیا سے بے تعلق نہین ہوگا اور قید ہستی کی گرفتاری سے اوس کو آزادی حاصل نہین ہوتی ان مقامات مین سے کسی ایک مقام کا بھی راستہ اوسے نہین ملتا۔

ناتوانی از خودی خود پر آ	تا بہ بینی روئے زیبا بے خطا

مقام فنا ہی مین کسی نے فرمایا ہے مُوْتُوْ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْ یعنی مرجانے سے

پہلے، مجاز اس سے مراد یہان یہی معلوم ہوتی ہے۔ ماسوا اللہ سے بے خبری اور خدا سے باخبر ہونے کا نام مرنے کے پہلے مرجانا ہے اسی بناپر معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ خرقہ خلافت و طریقہ فقر کو ایجاد کیا ہے جنکو ارباب ظاہر تدمشرب کہتے ہین اور اوس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فقرا دنیا سے بے تعلق ہوجاتے ہین اور عالم روحانیات کی طرف اون کی توجہ تام ہوتی ہے جس سے عالم اجسام کی خبراونھین کچھ نہین رہی یہان تک کہ عالم محویت و استغراق مین تکلفات سے معذور ہوجاتے ہین ان کی حالت کذائی صفائی مین بڑا فرق ہوتا ہے ارباب ظاہران کو رندا ور حضرات صوفیہ پاکباز کہتے ہین۔

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد	برنگ اصحاب صورت را ببوار باب معنی را

حضرات صوفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ طالب حق کو پابند شریعت رکھکر مقام فنا اور بقا کو حاصل کرنے کا شوق اور عشق دلاتے ہین پیران طریقت پہلے اوس کو دنیا سے بے تعلق اور بے نیاز ہوجانے کی طرف توجہ دلاتے ہین بلکہ سلسلہ ارادت مین شریک کرنے سے پہلے ترک لباس کراکے اپنا خرقہ وغیرہ پہنا دیتے ہین تاکہ وہ سمجھ لیں کہ آج مین قید ہستی سے الگ ہوگیا

اور مرشد پھر اوس کو زمرۂ ارادتمندوں میں شریک کر کر مقام فنا کا سلوک بتلاتے ہیں اور مقام فنا کی حالت اور کیفیت کے مناسبت نام رکھ کر کسی ایک نام سے اوس کو پکارتے ہیں جیسا کہ توکلشاہ اور فنافی اللہ شاہ وغیرہ تاکہ اوس ناموں کے موافق عمل کرنے کی طرف بھی متوجہ ہوں یہ طریقہ اور مالک میں اب تک برابر جاری ہے۔ مقام فنا فی اللہ کا شغل یہ ہے کہ رات دن ہر حال میں اسم ذات کو پیش نظر رکھکر زبان روح سے اللہ اللہ کہتا رہے اور اوس کا مشق اسقدر کریں کہ لطائف ستہ کے ہر لطیفہ سے اللہ اللہ کی صدا کو سنیں اور جدہر نظر کرے اوہر اللہ ہی اللہ کی شان کا مشاہدہ ہو جاوے بقولہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ اکثر بزرگان دین نے اس شغل کو اس قدر بڑہایا ہے کہ کبھی قطرۂ آنسو اور خون اون کا ٹپکا بھی تو زمین اسم ذات کا نقش ابھر گیا یہ مقام فنا کے آگے جو کیفیت طالب حق پر طاری ہوتی ہے اوس کا بیان حد امکان بشری سے باہر ہے۔

میان عاشق و معشوق رمزیست		کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔

توحید

کلمۂ طیب بنائے اسلام کے فرائض مین فرض اول ہے۔ اور وہ دو چیزون سے مرتب ہے اول لا الہ الا اللہ دوم محمد الرسول اللہ جز اول ذات حق سبحانہ تعالی کی توحید اور جزو دوم اوس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ کلمۂ طیب کی اصل غرض و غایت کفر و شرک سے دور ہو کر خدائے پاک کو واحد جانتے اور اوس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے پر مبنی ہے جز اول کے الفاظ کے معنی اگرچہ کہ بالکل صاف اور صریح واضح ہونے پر بھی اکثر گروہ اسلام اون الفاظ کو جامع اور پر معنی سمجھکر اپنے رنگ اور مذاق کے موافق معنے پیدا کرتے ہین جس سے خواہ مخواہ کلمۂ طیبہ کی غرض و غایت کے خلاف باغ وحدت مین شرک والحاد کی بو پیدا ہو جاتی ہے۔

ارباب ظاہر جز اول کی یون معنی کرتے ہین لا الہ الا اللہ نہین ہے کوئی معبود لایق عبادت کے اور نہین ہے کوئی شریک اور سہیم اوس کا جو شخص اس طرح اپنی زبان سے کہے اور دل سے اوس کی تصدیق کرلیوے وہ ظلمت کفر سے نکلکر مشرف بہ اسلام اور مزین بہ نور ایمان اور محکم بحکم و احکام ہو گیا جو اصل غایت شریعت ہے۔

اور ارباب صوفیہ اوس کے معنی اس طرح کرتے ہیں [illegible] نہیں [illegible] ہے عالم مین
سواے ذات واجب الوجود کے جب کوئی [illegible] کہتے ہیں پیدا ہوا اوس کے
اثبات مین ان دلائل سے [illegible]

اَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ [illegible] پھرو ادہر اللہ کی ذات ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ — اللہ تمہارے ساتھ ہے جہان کہین تم ہو

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد — ہم قریب تر ہین انسان کی رگ گردن سے

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى — انسان نہین جانتا اللہ اوسکو دیکھتا ہے

اوس کی حقیقت یہ ہے کہ ذات وحدت رنگارنگ صورتون اور شکلون مین جلوہ گر ہوئی ہے جس کو عالم کثرت کہتے ہین ان معنی پر ارباب ظاہر کا اعتراض یہ ہوتا ہے۔ وحدت عین کثرت اور کثرت عین وحدت ہو تو بندہ اور خدا مین کوئی فرق اور امتیاز باقی نہ رہا۔ خدا جب بندہ مین اور بندہ خدا مین ہو تو شرک کی خباثت اوس مین پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرات صوفیہ کا دامن خیال ایسے وا ع مشبہات سے بالکل پاک اور صاف ہے اون کی غرض وغایت اس سے بالکل الگ اور جداگانہ ہے۔ بندہ عین خدا۔ خدا عین بندہ جبتک نہ سمجھے کلمہ طیبہ کا اصل منشا پورا نہین ہوسکتا۔ جب بندہ کو خدا سے جدا کیے تو غیریت پیدا ہوگئی ذات باری کی توحید اور عینیت باقی نہ رہی۔ بندہ خدا سے بالکل دور اور الگ ہوگیا۔ اوس کی حقیقت یہ ہے ارباب صوفیہ وحدت عین کثرت

کثرت عین وحدت اس صورت مین ثابت کرتے ہین کہ مثلاً برف واقع اور کیفیت مین بالخاصہ پانی ہی ہے لیکن منجمد ہونے کی وجہ سے اوسکا نام بدل گیا۔ انجماد کی صفت نے اوس کی صورت مین تبدیلی پیدا کی ہے۔ اگر انجماد کی صفت مٹ جائے تو اصل پانی کا پانی ہی ہے اسی طرح مسئلہ وجود اور شہود کی بھی تمیز ہو سکتی ہے حضرات صوفیہ اسی بنا پر وحدت سے کثرت کثرت سے وحدت یعنی بندہ خدا مین اور خدا بندہ مین سمجھتے ہین۔ اس ترکیب منقلب سے حلول بالکل صادق نہین آتا ہے۔

توحید حلول ورہا واست		اما بحلول اتحاد واست

دلائل عقلی اور نقلی سے انسان وحدت الوجود کا جز حقیقی ہونا علانیہ ثابت ہوتا ہے لیکن اخلاق بشریہ اور صفاتیہ درمیان مین حائل ہونے کی وجہ سے بالکلیہ حقیقی یعنی مقتدر مطلق کہہ نہین سکتے۔ اگر وجود خارجی اور وہمی جس کو ہستی موہومہ سے تعبیر کرتے ہین۔ وہ اگر مٹ جائے تو انسان جو جز حقیقی ہے وہ کلی کا حکم پیدا کر سکتا ہے۔

غرض واجب الوجود ایک ہی ہے مگر مختلف صورتون اور شکلون مین ظاہر ہو

بہر صورت شہود مہ واست جلوہ گر		سگہے بر شکل آدم گاہ بہ حوا

ذات بیچون اور بیچگون سو ہزار چونی اور چگونگی کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے

طرف بے رنگی کہ دارد رنگہائی بے شمار
طرف بے شکلی کہ دارد شکلہائی صد ہزار

کلمہ طیبہ ہر منزل سلوک کا رہبر اور مکان لامکان کا پہونچاتا ہے۔ بغیر اس کے سالکان سلوک کی ایک بھی منزل طے نہیں ہوتی۔ وہ شمشیر لاالہ سے خودی کی ہستی کو فنا کرکے الا اللہ سے ذات باری کو ثابت کردیتے ہیں جس کو نفی اور اثبات کہتے ہیں اون کے نزدیک تمام افعال اور صفات اور حرکات وسکنات کا مرکز ذات حق سبحانہ تعالے ہی ہے. جس کو اصطلاحات صوفیہ میں فنائی الافعال فنائی الصفات وفنائی الذات کہتے ہیں۔ اور جو کچھ افعال وصفات وغیرہ ظہور پذیر ہوتے ہیں سب اوس کے طرف منسوب کرتے جاتے ہیں۔

الحاصل وہ مقام فنا وبقا کا مراقبہ اس ترتیب اور تصور سے کرتے ہیں تو وحدت اور وصول الہیت کھل جاتی ہے کہ اول جمیع عالم کو ایک آئینہ سمجھتے ہیں اور کل موجودات کو اس میں جمال حق سمجھکر اپنے دل و دیدہ کو اوس سے منور کرتے جاتے ہیں۔ بمصداق

در و دیوار ہیں آئینہ شد از کثرت شوق
ہر کجا می نگرم تو بخدا می بینم

غرض سالکان سلوک اس تصور کو اس قدر ترقی دیتے ہین کہ سوائے واجب الوجود کے غیریت کی بو اون کے دماغ مین نہین رہتی بفحوائے ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن بعد اوس کے خود کا جو ایک وجود درمیانی وہمی حجاب ہے۔ اوس کو اوٹھا دیتے ہین اور یہ تصور کرتے ہین کہ میری ہستی عین ہستی ہے یعنی سمجھتے ہین کہ لا الہ سے مین جو خود کو نفی کرتا تھا وہی الا اللہ ہو گیا جو کچھ ہون سو مین ہون بجز میرے سوائے غیر نہین ہے۔ مین دیکھتا ہون مین سنتا ہون۔ اور مین ہی کرتا کراتا ہون۔ اس طریقہ سے جو شخص اپنی نفی کو اثبات کے کمال کو پہونچاتا ہے اون کے نزدیک مرتبہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا ملے ہو گیا۔

عبادت

عبادت کے معنی لغت مین بندگی اور پرستش کے ہوتے ہین۔ ارباب ظاہر کے نزدیک اسکا مفہوم صوم و صلوٰۃ اور حج و زکات وغیرہ اوقات معینہ پر ادا کرنے کا نام عبادت ہے۔ اور اون کی دلی خواہش اور غرض و غایت اس سے صلہ اور معاوضہ پر بالکلیہ مبنی نہین ہے اور نجات کی توقع اور مغفرت کا دار و مدار محض اون کا اسی پر ہے۔ لیکن اصحاب صوفیہ کے نزدیک عبادت مقررہ اوقات معینہ پر نہایت خضوع و خشوع

کے ساتھ ادا کرنے کے علاوہ ہر ایک ملک خداوندی کے بجا آوری کا نام عبادت ہے اون کی اصلی غرض ونیت محض اس سے شیوہ عبدیت اور خلوص ومحبت ورضا الہی ہے نہ اون کی عبادت کسی صلا کی متوقع ہے نہ وہ اپنی نجات اور مغفرت کا اس پر تکیہ لگاتے ہیں بلکہ اونہوں نے اپنی بخشایش اور نجات کو اپنے مالک حقیقی کے فضل وکرم پر منحصر رکھا ہے کہ وہ جو چاہیں ہمارے ساتھ معاملہ کریں۔

اگر بخشے زہی رحمت نہ بخشی تو شکایت کیا	سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے

اوس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿﴾

پس اس آیت نص قرانی سے صاف ظاہر ہے اور ثابت ہے کہ جن اور انس کی وجہہ پیدایش محض عبودیت اور محبت الہی پر مبنی ہے۔ جب تک انسان دایرہ عبدیت مین مقید ہے اوس پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنے معبود حقیقی کی اطاعت مین مصروف اور اوس کے ہر ایک حکم کے منتظر اور بجا آوری کے لئے مستعد رہین۔ اور اوس کی عبادت کو کسی دایرۂ حد مین محدود بس نہ کرین اور اوس کی عبادت کا کوئی صلہ اور معاوضہ نہ چاہین۔ اور

اوس کی عبادت کو اپنا عین فریضہ اور شیوہ عبودیت سمجھ کر نہایت خلوص سے ادا کرتے جاتے ہین۔ اس بنا پر حضرات صوفیہ اپنے دل پر جو آوردگاہ القا و الہام بفحوائے قلوب المومنین عرش اللہ ہے اوس کے آگے اپنا سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہتے ہین۔ اور اون کو جس فعل کا الہام اور ارادہ ہوتا ہے اوس کو امر و نہی کی کسوٹی پر لگا کر دیکھتے ہین کہ اللہ تعالی اس فعل پر راضی ہے یا نہین اگر ہے تو اوس کو حکم الہی سمجھکر بلا کسی توقع اور صلے کے خلوص کے ساتھ فوراً اوس کی تعمیل کرتے ہین۔ اور اگر نہین ہے تو اوس کو خواہشات نفسانی سے تعبیر کر کے اوس پر لاحول پڑہتے ہین اس لئے اون کی عبادت کسی حد مین محدود نہین ہو سکتی اور اون کا ہر ایک فعل عبادت الہی مین شامل اور اون کی ہر ایک حرکت محض خلوص اور عشق و محبت الہی سے مملو ہے۔

عاشقانش بر الصلوٰۃ دائمون		پنج وقت آمد نماز رہنمون

بعض بعض ناعاقبت اندیش اون لوگون کو عابد صادق اور زاہد کامل سمجھتے ہین کہ جنہون نے دنیا ترک کی یعنی اپنے اہل و عیال اور کسب و کمائی کو چہوڑکر کسی حجرہ اور گوشہ مین اللہ اللہ کرتے ہوئے

خلوت نشین لیکن یہ طریقہ بالکل کتاب اور سنت کے خلاف ہے بلکہ یہ طریقہ راہب جوگی و سنیاسیون کا ہے۔ اور یہ طریقہ کسی صورت مین اہل اسلام کے لئے جائز نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اہل وعیال کی پرورش اور اپنی جان و مال کی محافظت اور کسب و کمال محنت وغیرہ فرائض مین شامل ہین۔ اون کی ادائی عین عبادت اور اطاعت الٰہی سے مملو و ممتاز ہے اور ان فرائض کو ترک کرنا اور اون سے دور ہونا گویا ہمیشہ امر اپنے مالک حقیقی کے صرف عدول حکمی ہی مبنی نہین ہے۔ بلکہ دائرۂ عبدیت سے خارج ہونے کی قوی دلیل ہے۔ جن حضرات نے گھر اور زن و فرزند کا نام دنیا رکھہ لیا اور اس کا ترک کرنا عبادت الٰہی سمجھا ہے اون کا یہ خیال بالکل غلطی پر ہے۔ درحقیقت اہل وعیال وغیرہ کا نام دنیا نہین ہے۔ بلکہ طمع و حرص و شہوت کا نام دنیا ہے۔ جن کو خواہشات نفسانی کہتے ہین اوس کے نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی طالب الدنیا کلاب یعنی دنیا کا چاہنے والا کتا ہے کیونکہ طمع و حرص و شہوت یہ افعال نفسانی ہین۔ ان کا چاہنے والا بیشک سگ مردار ہے۔ علاوہ اس کے مولانا معنوی نے ایک ہی شعر مین دنیا کی حقیقت کھولدی ہے کہ دنیا کس چیز کا نام ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل وعیال مال ومتاع کا نام دنیا نہین ہے
بلکہ دنیا اوس کا نام جو خداوند عالم کی یاد مین غفلت دلانے والی چیزین ہین
طمع وحرص وحسد وشہوت یہ سب چیزین خدا سے غافل کرنے والی ہین
ان ہی چیزین کے مجموعہ کا نام دنیا ہے۔ ان سے دور دور الگ ہوجانا
تقرب الی اللہ کی منزل پر قدم رکھنا ہے۔ مگر اور اہل وعیال جنکی پرورش
اور پرداخت فرائض مین شامل ہے تو ان کا نام دنیا نہین ہے بلکہ اوس کو
سرمایہ عاقبت اور عدت الآخرہ کہنا چاہیے۔ اون کی پرورش اور محافظت
مین جس قدر محنت اور مشقت اوٹھائین اوسی قدر ربوبیت کی ادائی
اور شیوہ عبودیت کی تکمیل ہے۔

نماز

نماز زاہدان رکوع وسجود است		نماز عاشقان ترک وجود است

نماز اہل اسلام پر فرض عین ہے اور بغیر اوس کے ادائی کے انسان دائرہ
اسلام مین شریک نہین ہو سکتا۔ اور نماز کی فرضیت ایسی مستحکم اور مضبوط
ہے کہ وہ کسی صورت اور حال مین معاف نہین ہو سکتی۔ اور اوسکی ادائی
کیلیے اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک مین کئی جگہہ تاکید فرمایا ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ اور اوس کے اوصاف اور خوبیون مین انسان کی زبان قاصر اور عاجز ہے۔ اور اوس کے کنہ حقیقت اور رموز اسرار و لطافت کو وہی لوگ جانتے ہین جن کے تمام اعضا اور جوارح حق تعالی کے حمد و ثنا مین زبان بنجاتی ہین۔ اور جن کے دل و دماغ مین ترانۂ خلوص اور محبت کی صدائین اور جن کی زبانون پر خضوع اور خشوع کے نالے بلند ہین۔

ابو[1] الخیر قطع نے کہا ہے مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو مین نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اے ابو الخیر تو پر نماز لازم کر۔ کیونکہ مین نے اپنے پروردگار سے وصیت طلب کی تھی اوس نے مجھے نماز کی وصیت کی اور مجھ سے فرمایا کہ سب سے زیادہ قریب اوس وقت ہوتا ہون کہ جس وقت تو نماز مین ہوتا ہے۔

پس اس سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ نماز کی افضلیت اور اشرفیت کس قدر ہے اور وہ کس کا مراقبہ ہے۔

ارباب ظاہر نے رکوع اور سجود اور قیام و قعود اور اوس کے متعلق احکام اور ارکان منضبط مین اوس کے ساتھ بظاہر ادا کرنے کا نام نماز رکھ لیا ہی اور اوس کے کنہ حقیقت اور اوس کا تعلق زبان و دل کے ساتھ کسطرح

[1] عوارف المعارف

اور کس قدر ہے اوس سے وہ بالکل بے خبر اور بے بہرہ ہین اور وہ خلوص اور جمعیت نیت اور حضوری قلب کو نظر انداز کرتے ہین جو درحقیقت وجود صلوٰۃ اور زہد و تقویٰ کی جان ہے۔ صرف اون کا ظاہری جسم نماز مین حاضر اور باطن اون کا نماز سے غائب ہوجاتا ہے۔

شب چو عقد نماز بر بندم		چہ خورد بامداد فرزندم

لیکن اصحاب صوفیہ کے نزدیک قلب کی حضوری اور نیت کی جمعیت اور دل و زبان کی موافقت قرب الٰہی ہیبت اور عاجزی اور خوف و تعظیم و مشاہدہ و سرگوشی وغیرہ کے مجموعہ کا نام نماز ہے۔ بالخصوص نیت کی جمعیت کو محل نماز اور مناجات کی عمارت کا سنگ بنیاد اور خلوص اور حضوری قلب اور حضوری قلب کو اوس کے ستون سمجھتے ہین اور وہ نیت کے ساتھ ہی تمام دنیا اور دین اور ہر ایک شے ماسوائے اللہ کو خانۂ دل سے وداع کرتے ہین اور صدائے اللہ اکبر کے ساتھ اپنے بادشاہ حقیقی کی ہیبت اور عظمت سے سراسیمہ ہوکر دست بستہ قیام مین اوس کے آگے کھڑے ہوتے ہین اوس کے بعد بندہ کو جو فاتحۃ الکتاب یعنی سورۂ الحمد کو نازل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخصوص کیا ہے جس مین [illegible]

اوس کو اس قدر خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑہتے ہین جس کے نالۂ پُر درد اور نغمۂ حمد سے اللہ تعالیٰ اُس حجاب کو جو اوس کے اور اوس کے درمیان مین ہے۔ اوٹھا دیتا ہے۔ اور اپنی وجہ کریم سے اون کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور فرشتے اوس کی دعا پر آمین کہتے ہین۔ اور رکوع مین اس قدر تواضع اور فروتنی کے ساتھ جھک جاتے ہین کہ جس سے کوئی اون کا جوڑ اور اعضا باقی نہین رہتا۔ اور اون کے آئینۂ عبودیت مین شان معبودیت کی جلوہ نمائی ہو جاتی ہے۔ تو سبحان ربی العظیم کا زمزمہ اون کے زیب زبان ہوجاتا ہے اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سر اپنا اوٹھاتے ہین تو خداوند عالم کی قربت بمضمون واسجد واقترب بالکل قریب تر ہو جاتی ہے اور اوس کے نور عظمت کا خوف اُن پر اس قدر طاری ہو جاتا ہے کہ جس سے وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے اوس کے آگے گر جاتے ہین۔ یعنی سربسجود ہو جاتے ہین اور اوس کے کمال جمعیت اور وفور عشق سے اونھین استغراق اور محویت طاری ہوتی ہے۔ اور قلب اون کا اعیان کشف سے عالم الوہیت کی سیر کرتا ہے۔ حضرات صوفیہ اسی کیفیت کو الصلوٰۃ معراج المومنین سے تعبیر کرتے ہین۔

سجدا خبر ندارم چو نماز میگزارم		کہ تمام شدہ رکوع کہ امام شد فلانے

ارباب ظاہر کے نزدیک نیت کی جمعیت اور حضوری قلب یعنے
دل کو حاضر رکھنا اور خطرات شیطانی اور حدیث نفس سے دور ہوتا
یہ تمام باتیں امکان بشریہ سے خارج ہین۔ کیونکہ نیت خیر اور وسوسے
شیطانی یہ دونون بھی دریاے دل کی دو لہرین ہین دلون کو
رجوع کرنا اور پھیرنا اور وسوسون اور حدیث نفس سے بچانا اور
انسان کو اوس کی نیت خیر پر قایم رکھنا یہ سب اللہ تعالی کے اختیار
مین ہے۔ اسی بنا پر وہ اپنے باطن کی طرف زیادہ متوجہ نہین ہوتے
بلکہ مدعیان باطن کے دعوی کو باطل سمجھتے ہین۔ صرف اونھون نے
ظاہری تقوی اور طہارت اور عبادت کو تکمیل شیوۂ عبدیت
سمجھ کر اپنی نیت اور ارادہ کو خدا کے سپرد اور حوالہ کیا ہے۔ اور
اس کے اثبات مین اس قول سے استدلال کرتے ہین۔

ارادۃ اللہ غالب علی ارادۃ الناس۔

لیکن ارباب باطن کے نزدیک عبادت کی درستگی اور مقبولیت
خلوص اور نیت کی جمعیت اور حضوری قلب پر مبنی ہے۔ اور بغیر
خلوص اور جمعیت نیت اور حضوری قلب کے تمام ظاہری ایک عبادت

بالکل بے اثر اور غیر مفید ہے اور وہ فرماتے ہین کہ ظاہری عملون کو باطن سے ایک خاص تعلق ہے بدن سے اون کی اصلاح ہوتی ہے اور انھین وجہ سے وہ فاسد ہو جاتے ہین۔ جیسے اخلاص اور ذکر و نیت جو شخص ان اعمال باطن کو نہ جانے اور اون کے اثر کے طریقہ کو نہ پہچانے اور اوس کو اون سے بچانے کی کیفیت معلوم نہ ہو تو ممکن نہین کہ اوس کی کوئی عبادت ظاہری سلامت رہے اور اوس کا درخت عمل پھول پھل لائے اوس کے اثبات مین وہ ان احادیث اور دلائل سے استدلال کرتے ہین۔

الاعمال بالنیات

لا صلوٰۃ الا بالحضور القلب۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتہم ساھون۔

اوس کی حقیقت یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عملون اور صورتون پر نظر نہین کرتا۔ بلکہ انسان کی نیتون اور دلون کو دیکھتا ہے۔ جب دل نظرگاہ خداوند عالم ہے تو یہ نسبت صفائی ظاہری یعنی جامہ و تن کے دل کی صفائی اور درستگی مقدم اور اہم ہے اور تن کی صفائی نظرگاہ خلایق عام ہے

اوس کے دامن صفائی مین عجب رہا پیدا ہونے کا سخت اندیشہ ہے صرف جامہ اورتن نجاست وغیرہ سے صاف اور پاک کرین - اور دل جس پر خدا کی نظر لگی ہوئی ہے اوس کو حوادث نفسانی اور ولولۂ شیطانی سے نہ بچانا اور اوس کی صفائی اور نیت کی جمعیت کی تدبیر کو نظر انداز کرنا یہ امر صرف افسوس ہی کے لایق نہین بلکہ خدائے پاک کی نظر رحمت سے دور ہونے کی دلیل ہے - چونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جس کا ظاہر اچھا باطن خراب ہو تو اوس سے خدا بیزار ہوتا ہے - اور اوس کو اپنے دونون جہان سے نکالدیتا ہے - پس ان دلائل سے ثابت ہے کہ نماز مین دل کی حضوری اور نیت کی جمعیت اور نماز کی کُنہہ حقیقت کی شناخت بندہ پر لازم اور ضروری ہے - بجز صفائی باطن اور یکسوئی قلب کے اس طرح نماز درست نہین ہوسکتی جیسے اوس کی اصل غرض وغایت ہے - کیونکہ دل مین جب دنیا کا خیال رہا تو عبادت کیونکر ہوگی - دل تو ایک ہے اور وہ ایک ہی شے کے ساتھ مشغول ہوگا اور وہ دوسری طرف کس طرح مشغول ہوسکے ایک دلین دو چیزون کی محبت ممکن نہین -

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون	این خیال است و محال است و جنون

علاوہ اس کے دل بمنزل بادشاہ اور تمام جسد بمنزل رعایا ہے
جب بادشاہ نیک اور درست نہ ہو تو رعیت کب درست اور نیک
ہو سکتی ہے بمصداق۔
الناس علیٰ دین ملوکھم۔
چنانچہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تن میں ایک گوشت
کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سب عمل درست ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ
بگڑ جائے تو سب عمل بگڑ جاتے ہیں۔ عبادت کی درستگی دل کی درستگی پر
موقوف ہے۔ دل دو لشکروں کے درمیان میں پھنسا ہوا ہے ایک
خواہش نفس مع اپنے لشکر کے دوسری عقل مع اپنے لشکر کے انسان کا
دل ان دونوں کے جدال اور قتال میں رہتا ہے۔ نفس اور اوس کا
کام خواہشات اُن چیزوں کی جس سے انسان ظاہری لذتوں سے
خوش ہوتا ہے۔ جیسے مال و متاع جاہ و جلال عجب نخوت وغیرہ یہ سب
صفات نفس کا لشکر ہے الہام اور صفات نیک جیسے صبر و توکل تسلیم
ورضا شکر و قناعت وغیرہ یہ عقل کا لشکر ہے۔ ان دونوں لشکروں
میں ہمیشہ جھگڑا رہتا ہے۔ اور دل متنازعہ فیہ ہے کبھی اس کا اور کبھی
اوس کا تصرف رہتا ہے۔ اِس لئے محل مناجات اور دعا میں بندگی

لہ منہاج العابدین۔

باطن تموج کرتا ہے جیسے سمندر ہوا چلنے سے موجین اور لہرین تلاطم کرتی ہین نماز بندہ اور اللہ مین ایک جوڑا اور وصل ہے۔ بندہ کا حق ہے کہ اوس مین دل اور زبان کی موافقت اور نیت کی جمعیت اور حضوری قلب کے ساتھ اس خضوع اور خشوع سے ادا کرین کہ جس سے بندہ کو اللہ کے ساتھ ایک خاص نسبت پیدا ہو جاسکے۔ اور من و تو کا جو درمیان مین فرق ہے وہ اوٹھ جاسکے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

پس تکبیر اولے مین دنیا سے اپنا ہاتھ اوٹھالین اور لفظ اللہ مین تعظیم اوس کی الف کے ساتھ اور ہیبت لام کے ساتھ پیدا کرین۔

ہے عشق کی نماز مین تکبیر کا یہ لطف ۔۔ دونون جہان سے ہاتھ بڑا اوٹھائی

بندہ اللہ اکبر کی بحر عظمت اور ہیبت مین غرق اور غائب ہو جاسکے تو باطن اوس کا منور ہو جاتا ہے اور تمام دنیا اوس کے طرح سینہ مین

رائی کے دانہ برابر ہوجاتی ہے۔ علاوہ اس کے لطائف خمسہ حال یہ ہے
روح عالم عظمت کے ساتھ مختص ہوجاتی ہے اور قلب نفس کے
ساتھ مطمئن ہوجاتا ہے۔ تو نیت بہت لطیف صفات کے
ساتھ موجود ہوجاتی ہے۔ اور نور عظمت میں ایسی مندمج ہوجاتی ہے
کہ جیسے ستارے آفتاب کے نور میں مندمج ہوجاتے ہیں۔ پس
درحقیقت اس صورت اور حال میں خطرات نفسانی کافور ہوجاتے
ہیں۔ دل اوس کے حوادث سے کبھی متاثر نہیں ہوسکتا۔ عبداللہ
ابن عباس سے روایت ہے کہ نماز میں خشوع وہ ہے کہ پڑھنے والا
نہ جانے کہ اوس کے داہنے طرف کیا ہے۔ اور بائیں طرف
کیا ہے۔

بعض علمار نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک کلمہ بھی جو دیوار یا فرش پر
لکھا ہوا اپنی نماز میں پڑھا تو اوس کی نماز باطل ہے۔ حضرت جنید
بغدادی رحمہ سے پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیا ہے۔ اونھوں نے فرمایا
کہ تعلقات کا توڑنا۔ اور قصد کا جمع کرنا اور اللہ کے ساتھ حاضر ہونا ہی
غرض جو شخص نماز کے رموز و نکات سے باخبر ہوکر خدا کو حاضر و ناظر
جانکر نہایت خضوع اور خشوع اور اس کے مشاہدہ کے ساتھ پڑھتا ہے
کہ گویا خدا سماعت کر رہا ہے اور وہ پڑھ رہا ہے تو اوس کی دعا

پردون کو چاک کرڈالتی ہے۔ اور اللہ کے حضوری مین حاجت کی متقاضی ہوکر کھڑی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اوس کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ اوس سے وعدہ فرمایا ہے۔

ادعونی استجب لکم ۂ

قد افلح المومنون الذین فی صلاتہم خاشعون ۂ

دعا میری نہ کیون مقبول ہوگی		خدا کا سامنا ہے اور مین ہون

عشق

سلوک کا یہ اہم ترین مسئلہ ہے اور اس کی تعبیر نہایت نازک اور مشکل ہے اس نے تمام حکما اور عقلائے دنیا کے شیرازۂ خاطر کو منتشر کردیا ہے لیکن آج تک کسی کے بھی آئینۂ تحقیقات مین اس کی صحیح و سالم تصویر نمایان نہین ہوئی۔ حکماء کے نزدیک یہ ایک قسم جنون سے ایک مرض ثابت ہوا ہے کہ جو حسین صورت دیکھنے سے پیدا ہوجاتا ہے اور عبدالرزاق شارح ظہوری نے شرح الباب الحکم سے یون نقل کیا ہے کہ عشق عشقہ سے ماخوذ ہے اور عشقہ ایک نبات ہے اوس کو لبلاب

کہتے ہین - جس درخت پر پہلتی ہے اوس کو خشک کرتی ہے - یہی حالت عشق کی بھی ہے - جس کے دل مین طاری ہوجاتا ہے اوس کو خشک اور رزرو کرتا ہے - اوس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو چیز مرغوب الطبع ہوتی ہے اوس سے دل کو اُنسیت پیدا ہوجاتی ہے علی العموم جس کو محبت کہتے ہین اور اوس کے حاصل کرنے کی طرف طبیعت کا جو میلان زیادہ ہوتا ہے تو وہ شوق کے نام سے پکارا جاتا ہے - اور شوق جب حد سے تجاوز کرتا ہے یعنی بغیر اشیاء مطلوبہ حاصل کرنے کے دلکو چین اور قرار نہین آتا - اوس حالت مضطربانہ کی انتہائی کیفیت کا نام عشق ہے جو انسان کے دل مین ایک چھپی ہوئی چنگاری ہے جس کو حضرات صوفیہ تجلی روح اور اہل فلاسفہ قوت مقناطیسی سے تعبیر کرتے ہین - اور جب اوس کی کشش جس کی طرف ہوجاتی ہے اوسکو وہ کہینچ لیتی ہے - مثلاً کوئی گل شدہ چراغ کی لو قوہوان کسی روشن چراغ سے ملجانے پر جس طرح گل شدہ چراغ روشن ہوجاتا ہے اسی طرح اوس کی بھی لو یعنی جس سے کہ اوس کو اُنس ہے اوس کو کہینچ لیتی ہے - اور اوس کے رنگ سے ہمرنگ اور اوس کے صفت سے متصف ہوجاتی ہے - بلکہ بعینہ وہی ہوتی ہے بقول مولانا روم -

رنگ آہن محو رنگ آتش است		ز آتشی می لافد و خامش وش است

چون بہ سرخی گشت ہمچون ریزگان شد ز رنگ و طبع آتش محتشم	پس انا النار است لافش بے زبان گوید او من آتشم من آتشم

حضرات صوفیہ نے اُصول عشق پر سلوک اور توجہ الی اللہ کی بنیاد قایم کی ہے - چونکہ قاعدہ اور تجربہ بھی اسی بات کا مقتضی ہے کہ معشوق اپنے پردہ حسن مین ہمیشہ پوشیدہ رہتا ہے - اور عاشق اپنے جذبۂ عشق سے معشوق کو پردہ حسن سے ظہور مین لاتا ہے - اور وہ اوس کے جلوہ حسن سے جلوہ گر اور اوس کے ہر ایک خواص اور صفات سے ممتاز ہو جاتا ہے - جس کو حضرات صوفیہ وصل و وصال سے تعبیر کرتے ہین - تا وقتیکہ عاشق مین معشوقیت اور معشوق مین صفات عاشق پیدا نہ ہون وصل ممکن نہین - اس سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے بھی اپنے جذبۂ عشق سے مخلوق کو پردۂ عدم سے عالم شہود مین لایا اور پھر آپ اپنے کو حجاب اور عزت کے پردہ مین پوشیدہ کیا ہے تاکہ مخلوق کو خالق سے عشق پیدا ہوکر مرتبۂ وصل کو پہونچے اسی بنا پر ارباب بصیرت جو وحدت الوجود کے قائل اور دلدادہ ہین وہ خداوند عالم کے حسن ترتیب اور انتظام عالم پر شیدا ہین - اور اوس کے جلوۂ حکمت نے اپنے پوشیدہ دل کو آشکار کر دیتے ہین - اور ہر ایک ذرہ کا اشارہ کے

مظہر خدا سمجھ کر اوس کے عشق مین غرق ہو جاتے ہین - اور حالت استغراق مین وہ یون کہتے جاتے ہین -

مقام وصل مین سوچو تو اللہ ہے نہ بندہ ہے
فقط یک نام کی ہے قید قطرہ ہے نہ دریا ہے

ارباب باطن حضرت عشق کو رہنمائے منزل ملکوت اور پیشوائے منزل لاہوت سمجھتے ہین - چنانچہ مولانا معنوی نے اوس کے نسبت یون تعریف کی ہے -

شاد باش ای عشق خوش سودائے ما	اے طبیب جملہ علت ہائے ما
عشق گو بے بال و پر طیران کند	عشق اندر لامکان جولان کند

ارباب صوفیہ کے نزدیک عشق کی عظمت اور عزت بے حد اور بے حساب ہے - بلکہ رند مشرب بجائے سلام وعلیک کے عشق اللہ کہا کرتے ہین - درحقیقت محبت اور شوق اور عشق ایک ہی رشتہ کی تین کڑیان ہین - باعتبار ترقی محبت و کشش جذبات کے نام بھی جدا جدا

قرار پائے ہین حضرت عشق کی اصل حقیقت اور کیفیت سے وہی
حضرات ممتاز ہین جو اپنے دل کو کسی کی محبت مین کھو بیٹھتے ہین -

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن	دل بدست دگرے دادن و حیران بودن

زکوات

زکوات اسلام کا تیسرا فرض ہے - اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پر فرض کیا ہے
اور جن کے پاس کچھ نقد و زر و زیور نہین ہے اُن کے لئے معاف فرمایا
ہے - ارباب ظاہر جو صاحب مال و زر ہین وہ فی صد ڈہائی روپیہ جو شرعی
ہے ادا کرتے ہین - اور اون کے نزدیک اوس کی غرض مال و زر کی
حفاظت مقصود ہے - لیکن ارباب باطن پہلے تو اپنے نزدیک
زر و زیور رکھتے ہی نہین - اگر کہین سے کچھ آجائے بھی تو اوسی وقت
راہ للہ مین صرف کرتے ہین - اون کا نقد و زر و زیور فقر و فاقہ صبر و
قناعت ہے - جیساکہ ارباب ظاہر اپنی جسمانی قوت اور محنت سے
نقد و جنس و زر کما کر جمع کرتے ہین اور اوس کی زکوات دیتے ہین -
اوسی طرح ارباب باطن بھی کسب ریاضت سے اپنے نفس کا ترکیہ

کرتے ہین جس سے اون کا خانۂ دل اوصاف روحانی سے لبریز ہوجاتا ہے۔ اور اوس چشمۂ فیض کی سبیل سے ہر کس و ناکس سیراب ہوسکتے ہین یعنی اون کا آئینۂ دل انوار صدق و صفا حلم و حیا جود و سخا صبر و عطا سے منور ہوجاتا ہے اور اوس کا عکس ہر خاص و عام پر آفتاب جہان تاب کی طرح سایہ فگن ہوتا ہے۔ غرض اون کے نزدیک خلق خدا کو رحمت روحانی اور اخلاق ربانی سے ممتاز کرنے کا نام زکواۃ ہے۔

روزہ

روزہ اہل اسلام پر چوتھا فرض ہے۔ جس کی سال بھر مین ایک ماہ کی قید ہے۔ روزہ کی فضیلت اور فوائد بے حد و بے شمار ہین۔ چنانچہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ملکوت کا دروازہ کھٹکھٹا یا کرو وہ تمہارے لئے کھلجائے گا۔ لوگون نے اون سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح اوس کی مداومت کرین آپ نے فرمایا کہ بھوک سے پیاس سے تشنگی سے۔ حضرت شیخ الاشراق فرماتے ہین کہ بنی آدم کے نفس مین شر کی ہزار عضو ہین جو سب کے سب شیطان کے قبضہ مین ہین جس سے اوس کو تعلق ہے۔ اوس نے اپنے نفس کو خالی کیا وہ بھوکا رکھا تو اوس کا گلہ دبایا نفس اوس کا راضی

ہوگیا تو تمام عضو اوس کے خشک ہوجاتے ہین اور بھوک کی آگ
مین جلتے ہین اور شیطان اوس کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے اور
جب اوس نے شکم بھر لیا اور حلق اوس کا چھوڑا تاکہ شہوت کے
خوب مزے چکھے تو اوس کے عضو اور تازہ ہوجاتے ہین۔ اور شیطان
کی قوت بڑھتی ہے۔ حضرات صوفیہ کے آداب مین ظاہر اور باطن کا
ضبط اور حفظ و پاس ہے یعنی ہر ایک گناہ سے اپنے ہر ایک عضو کو
روکنے کا نام روزہ ہے۔ کیونکہ روزہ صفت صمدیت سے متصف ہے
تمام چیزون سے احتراز کرنے سے انسان صفت ربوبیت سے ممتاز
ہوجاتا ہے۔ اس لئے حضرات صوفیہ ہمیشہ اپنے تمام عضو پر ضبط کرتے
ہین اور اپنے چراغ دل کو خواہشات نفسانی کی ہوا سے بچاتے ہین
نہ وہ کسی کی برائی کو کانون سے سنتے ہین نہ آنکھون سے دیکھتے ہین
نہ وہ کسی ناجائز چیز کو اپنے ہاتھون سے چھوتے ہین نہ کہین منزل
تسلیم ورضا سے اپنا قدم اوٹھاتے ہین۔ نہ کسی چیز کو سوائے خداوند
عالم کے اپنے دل مین جگہ دیتے ہین۔ اسی بنا پر وہ دائم الصوم کے
خطاب سے ممتاز ہین جو شخص اس طرح اپنے ہر ایک عضو کو برائیون
سے روکے تو اوس کا آئینہ دل انوار الہی سے منور ہوجاتا ہے اور
تمام دقائق اسپر کھلجاتے ہین۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر نے اسی مضمون کو

ایک ہی شعر مین کیا خوب اوا کیا۔

چشم و بند و لب بہ بند و گوش بند		گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

حج

حج کرنا اسلام کا پانچوان فرض ہے۔ خداوند عالم نے تمام عمر مین ایک وقت صاحب استطاعت پر فرض کیا ہے اور غریب اور مفلس کو معاف فرمایا ہے کعبہ بیت اللہ کا نام ہے اوس کے لغوی معنی بلندی کے ہین۔ بنا ر کعبہ زمین سے مرتفع اور بلند ہے۔ اور اسلام مین اسکا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔

ارباب ظاہر کے نزدیک بیت اللہ خانہ خدا سے مراد ہے۔ اور اوس کا طواف عشق اور محبت خدا کی بین دلیل ہے۔ لیکن اصحاب صوفیہ کے پاس قلب جس کی شان مین حق سبحانہ تعالیٰ نے قلوب المومنین عرش اللہ فرمایا ہے اوس کا درجہ سب سے بدرجہا بڑا ہوا ہے۔ اور وہ حقیقت قلب کو خانۂ خدا سے تعبیر کرتے ہین۔ اوس کی نگاہداشت قرب الٰہی کی عین دلیل سمجھے ہوئے ہین۔ اوس کی حقیقت یہ ہے کہ لطائف ستہ مین قلب لطیفہ دوم ہے اور نفس لطیفہ اول ہے۔

جس کے لغوی معنی جان اور روح اور حقیقت شے کے ہوتے ہین۔ لیکن اصطلاحات صوفیہ بین اوس کے معنی ذات اور وجود مطلق کے قرار پائے ہین جس سے ہر شے اور ہر ارادہ کا ورود ہوتا ہے۔ اور جس شے اور جس ارادہ کا ظہور ہوتا ہے تو سب سے پہلے لطیفہ قلب پر ہوتا ہے اسی بنا پر حضرات صوفیہ اوس کی عظمت اور عزت اور نگاہداشت کو سب پر مقدم سمجھتے ہین اور اوس کی نگاہبانی کو طواف سے منسوب کرتے ہین۔ یعنی لطیفہ قلب کے گرد وجوانب اون کی روح لگی رہتی ہے کہ اوس مین خطرات شیطانی کا دخل نہ ہو اور اوس طریقۂ محافظت کا نام مراقبہ ہے۔ کثرت مراقبہ مین ہر ایک کو خاص حالت طاری ہوتی ہے۔ یعنی لطیفہ قلب سے گذر کر بحر حقیقت نفس مین محو اور غرق ہو جاتے ہین۔ اور اوس کیفیت کو وہ حج اکبر سے تعبیر کرتے ہین۔ اور اوسی حالت وجد مین اون کی زبان سے ایسے کلمات بھی بیساختہ ٹپک پڑتے ہین۔

دل گذرگاہ جلیل اکبر است		کعبہ بنگاہ خلیل آذر است

طہارت

نقشہا بینی برون از آب و خاک	آئینۂ دل چون شود صافی و پاک

طہارت کے لغوی معنی پاک ہونے کے ہوتے ہین۔ اور عبادت کے لئے طہارت شرط ہے۔ بغیر طہارت کے کوئی عبادت درست نہین ہوسکتی۔ ارباب ظاہر کے نزدیک جامہ اور تن نجاست بول و براز سے پاک رکھنے کا نام طہارت ہے۔ لیکن ارباب باطن کے پاس جامہ اور تن نجاست وغیرہ سے پاک رکھنے کے علاوہ دل کی صفائی یعنی کدورت طبعی اور ہوائے نفسانی اور افعال حیوانی جن کو اصطلاح صوفیہ مین ظلمات ثلاثہ کہتے ہین۔ اوس سے آئینۂ دل کو پاک اور صاف کرنے کا نام طہارت ہے۔ بہ نسبت صفائی ظاہری کے باطن کی صفائی نہایت اہم اور مشکل تر ہے۔ اور بغیر صفائی باطن کے کوئی تخم عمل صفحۂ دل پر کبھی سر سبز و شاداب نہین ہوسکتا۔

در و تخم عمل ضایع مگردان	زمین شور سنبل بر نیارد

مثلاً کسی سخت اور سنگلاخ زمین کو صرف اوپر ہی جھاڑ کر صاف اور پاک کرین اور اوس مین کسی قسم کا تخم بویا جائے۔ ممکن نہین کہ وہ اچھا

اوگے اور شادابی حاصل کرسکے تاوقتیکہ اوس زمین کی اندرونی سختی رفع ہوکر پاک اور صاف نہ ہو۔ جب ہرایک تخم کی روئیدگی کا دارومدار زمین کی اندرونی اور بیرونی کی صفائی پر منحصر ہے تو صرف زمین کی بیرونی صفائی سے کوئی تخم سرسبز و شاداب نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ظاہری جامہ اور تن صاف کرین۔ اور دل جس پر ہرایک تخم عمل کے روئیدگی اور شادابی کا دارومدار ہے۔ اوس کو ہوائے نفسانی اور افعال حیوانی سے آلودہ رکھکر عبادت کرین تو ممکن نہین کہ وہ انوار مقبولیت سے نورانی ہوسکے کہ جب تک اوس کی اندرونی درستگی اور صفائی نہ ہو۔ ظاہری صفائی بہت آسان ہے۔ بلکہ تھوڑے پانی سے جامہ اور تن پاک ہوسکتا ہے۔ لیکن دل کی صفائی بہت دشوار ہے۔ اگر اوس پر دریا بھی پھر جائے تو اوس کی صفائی ممکن نہین۔ اسی بنا پر حضرات صوفیہ باطن کی صفائی مین بڑی بڑی کوششین کرتے ہین۔ بلکہ ہوائے نفسانی کے ساتھ ہمیشہ اون کا جدال و قتال رہتا ہے۔ جس کو اون کے اصطلاحات مین جہاد اکبر کہتے ہین۔ جب کہین اون کا باطن درست ہوتا ہے۔ اور اون کے صفحۂ دل پر ہرایک نہال عمل پھول پھل لاتا ہے جس کے سایہ رحمت مین ہزارون بندگان خدا آرام و راحت پاتے ہین اور اون کے باطنی فیضان سے ہرخاص و عام فیضیاب ہوجاتے ہین۔

توکل

توکل کے لغوی معنی خدا پر اعتماد کرنا اور دل اوٹھانا اور خدا کے طرف متوجہ ہونے کے ہوتے ہین۔

درحقیقت توکل روح مجرد کا ایک وصف اعظم ہے اور تمامی اوصاف یعنی زہد و تقوی صبر و عطا تسلیم و رضا حلم و حیا وغیرہ قالب روح کے اعضاء اور جوارح ہین تو یہ اوس کی جان ہے۔ بالخصوص آ... عبادت کا ستون اور برج حقائق کا نردبان ہے اور ہر ایک عبادت کی درستگی مرتبۂ توکل پر منحصر ہے۔

عبادت مین ترقی جز توکل کے نہین ممکن
توکل نردبان ہے یعنی اُس بام عبادت کا

انسان کو جب مرتبۂ توکل حاصل نہ ہو تو اوس کا دل فراق رزق مین مجنون بنکر بھٹکتے پھرتا ہے۔ عبادت کی مقبولیت اور درستگی قلب کی اطمینان سے ساتھ متعلق ہے تو انسان بغیر رہبر توکل کے سفر عبادت مین قدم اوٹھا نہین سکتا۔ اسی لئے خداوند عالم بندہ کے

رزق کا ذمہ دار اور کفیل بفحوائے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ ہوگیا ہے تاکہ وہ اپنے رزق و روزی سے بے فکر ہوکر اطمینان قلبی کے ساتھ عبادت میں مشغول رہے۔ کیونکہ فکر معاش نفس عبادت کی سخت دشمن ہے۔ اوس کے رفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ رزق پہونچانے کا خود ضامن اور ذمہ دار ہوگیا ہے۔ اور اس نے مقدار رزق اور وقت موت بلا شرط اور بلا کسی فعل کے ان دونوں کو مستثنیٰ کرکے لوح محفوظ پر لکھ دیا ہے جس میں کم و بیش ہونے کا مطلق احتمال نہیں ہے۔ جس کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ توکل کے متعلق اہل علم اور صاحب باطن کے مختلف مختلف رائیں ہوئیں ہیں۔[1]

بعض علماء نے توکل کے معنی دل سے خدا پر اعتماد کرنا اور قطع کرنا اور غیر اللہ سے ناامید ہونے کے فرمایا ہے۔

اور بعض نے توکل کے معنی لفظ توکل مشتق وکالت سے ہونا ظاہر کیا ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ توکل کرنے کے یہہ معنی ہوں گے کہ اوس کو اپنے کام اور اصلاح کا وکیل اور ضامن جانے اور بے تکلف اس پر اکتفا کرے۔

سہیل[2] نے فرمایا ہے کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ خدائے تعالیٰ کے

[1] منہاج العابدین۔ [2] عوارف المعارف۔

ایسا سپرد ہو جائے کہ جیسا میت غسال کے سپرد ہو جاتی ہے اوسکو جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اوس مین کوئی حس و حرکت اور تدبیر نہین ہوتی۔ غرض ان تمام مختلف اقوال کے مغز سخن سے یہی نتیجہ مترشح ہوتا ہے۔ خدا کے وعدہ پر پورہ بھروسہ کرین اور اوس کو اپنی روزی اور رزق کا کفیل جاننے۔ لیکن توکل کی تعریف مجملاً اور مختلف الفاظ اور جداگانہ پیرایہ مین ظاہر ہونے کی وجہ اوس مین ہر چیز کی ذمہ داری اور ضمانت کا پہلو خدائے پاک کی طرف منسوب ہو جانے کا گمان کسی قدر ہو جاتا ہے۔ جو لوگ پایہ کلام اور مغز سخن سے ناآشنا ہین وہ اپنے کل اعمالون کی ذمہ داری کو جس پر عذاب و ثواب کا دارو مدار ہے اوس کو خدا کے سپرد کر کے جزا اور سزا کے شکنجہ سے الگ تھلک نکلنا چاہتے ہین۔

لیکن اون کا یہ پہلو معرکہ عذاب و ثواب مین سینہ سپر نہین بن سکتا کیونکہ عذاب و ثواب انسان کے عملون اور سعیون کے ساتھ متعلق ہوتے ہین کے جیسے عمل ہون گے ویسا ہی خدائے تعالیٰ بھی اون کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ جن کے عمل جس قدر نیک ہون اوسی قدر اوس کا ثواب اون کو ملے گا۔ اور جس قدر بد ہون اوسی قدر عذاب مین مبتلا ہون گے۔ بمصداق۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ

ومن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہٗ - تو نفس عذاب و ثواب کی
کمی و بیشی انسان کے عملوں اور سببوں پر موقوف ہے جس کو تقدیر
معلق کہتے ہیں۔ انسان اس قسم کا توکل اختیار کرلیں تو سب گناہ معصوم
نہیں ہیں خدا وند عالم صرف رزق اور روزی کا ضامن اور ذمہ دار
ہو گیا ہے۔ اور عذاب اور ثواب کا مدار انسان کے عملوں اور نیتوں
اور کردار پر رکھا ہے۔
درحقیقت توکل سے رزق مضمون ہے جس کا خدائے تعالیٰ ضامن
ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہماری خلقت محض شیوۂ عبودیت کے ساتھ
مخصوص ہے اس لئے خدائے پاک نے ہماری خلقت کے ساتھ
ہی رزق کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اللہ خلقکم ثم رزقکم -
تاکہ انسان اپنی روزی اور رزق سے مطمئن ہوکر فراغ دلی کیساتھ
عبادت کریں اور جو لوگ سست دل اور ناتوان ہوتے ہیں
وہ ہمیشہ تردد اور تفکر رزق میں ایسے رہتے ہیں جیسے گدھا تھان پر
اور مرغ قفس میں ہر وقت اپنے مالک کے گھاس اور دانہ پر مضطرب
اور منتظر رہتا ہے۔ ایسے لوگوں سے اہم کام جیسے علم و عبادت ممکن
نہیں۔ اور جو لوگ متوکل ہوتے ہیں اگر وہ کسی کام کو شروع کرنا چاہتے

سلہ منہاج العابدین

ہین تو خدا کے وعدہ پر پورہ بھروسہ کرکے بڑی قوت کے ساتھ شروع کرتے ہین۔ اون کو خدا کی ذمہ داری کا بالکل بھروسہ ہوجاتا ہے اور کسی کے ڈرانے اور شیطان کے بہکانے پر خیال نہین کرتے۔

پس انسان کو چاہئے کہ سب سے پہلے مرتبۂ توکل کو حاصل کرے یعنی اپنی روزی اور رزق کا خدا پر پورا بھروسہ کرکے اوس کی طرف متوجہ اور اوس کی عبادت مین رہے۔ کیونکہ خداوند عالم کا وعدہ کبھی ٹل نہین سکتا۔ وہ اپنے وعدہ پر مضبوط اور مستحکم ہے انسان کو اوس کے وعدہ پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ مثلاً کسی دنیادار کی دعوت پہونچنے پر انسان اپنے کھانے اور پکانے سے بے فکر ہوکر جب اوس کے بھروسہ پر مطمئن ہوجاتا ہے۔ تو کیا خداوند عالم کا قسمیہ وعدہ ہمارے اطمینان کے لئے کافی نہین ہے۔

اور جو شخص اوس کے وعدہ کو یقین نہ جانے اور وہ اوس پر اپنے رزق کا اعتماد نہ کرے تو اوس کا نتیجہ بالکل اس نقل کے موافق ہوگا۔ ایک کفن چور نے حضرت بایزید کے ہاتھ پر توبہ کی حضرت بایزید نے قبروں کا حال پوچھا تو اوس نے جواب دیا کہ مین نے اپنی مدت العمر مین ہزار قبر کھولی۔ لیکن دو آدمیون کے سوا اور کسی کا منھ قبلہ رو مین نے

سلہ منہاج العابدین۔

نہ دیکھا حضرت بایزید بسطامی نے اوس کا سبب یہ بتلایا کہ وہ لوگ
خدا کے باب مین اور خدا کے فرمانے کو مضبوط نہین جانتے تھے۔
اس لئے خداوند عالم سے اون کے منھ پھرے ہوئے تھے۔
غرض جو لوگ خدا کے وعدہ پر اعتماد نہین کرتے اور اوس کے قول کو
مضبوط نہین جانتے وہ راندہ درگاہ الہی ہین۔ اون کا حال روز حشر
مین بھی ہوگا۔ بعض بعض سست کاہل وجود جن سے محنت اور
مشقت نہین ہوتی وہ تو لفظ توکل کو کسب اور ذریعہ رزق سمجھ کر
کسی صحرا اور اوس مقام پر جہان فقرا اور مساکین ٹھہرتے ہین وہ
قیام اس نیت سے کرکے گر یہ مسکین کی طرح جھانک اور تاک مین
ہمیشہ رہتے ہین کہ عوام الناس اون کو متوکلین ہین ثنا کرکے نذر و نیاز
مین بلا کر اونھین اچھے اچھے کھانے کھلائین اور خدمت کرین آجکل
ایسے مصنوعی متوکلین کے دام تزویر مین پھنس کر اچھے اچھے لوگ
خراب ہو رہے ہین۔ خدا ایسے متوکلین سے بچائے یہ تو توکل کے
جامہ مین دنیا کمانے والے ہین بمصداق۔ الدنیا ذود لا
یحصل الا بالغرور۔ اور جو حقیقی متوکل ہے اون کا توکل بہم
بمشکل ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اپنے توکل کو اس قدر چھپاتے ہین کہ کسی
کسی طرح ظاہر نہین ہوسکتا۔ اور وہ ایسے مشہور مقامون جیسے خانقاہون

اور مساجد وغیرہ جو گذرگاہ خلائق ہے۔ وہان ہرگز نہین ٹھیرتے ہیں ہوکر
لوگون پر توکل اون کا ظاہر ہوجائیگا۔ اور اون کی عزت اور وقار
کرینگے۔ اور دنیا کی نعمتین پیدرپہ خدمت مین پیش کرتے ہین تو
اون کے توکل مین خلل آئیگا۔ اور نفس کو عجب و ریا کی طرف
میلان ہوگا۔ اس لئے وہ ایسے مشہور مقامون کی ہوا سے اپنے
چراغ توکل کو بچاتے ہوئے رہتے ہین۔ خداوند عالم ایسے ہی متوکلین کو
اپنا دوست رکھتا ہے۔ یہی لوگ سچے ایمان اور اسلام والے ہین
انھین کی شان مین خداوند عالم نے فرمایا ہے۔
وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔

خلوص

خلوص کے لغوی معنی دوستی خالص یعنی محبت الہی ہو یا کوئی عبادت
اور یا صفت ہو۔ محض خدا کے لئے ہو۔ اوس مین خودغرضی کا لاگ
اور لگاؤ مطلق نہ ہونے کے ہوتے ہین۔ تمامی اوصاف اور اخلاق
مین خلوص ہی۔ ایک وصف خاص ہے کہ جس کے معنی اور اصول
مین کسی قوم اور مذہب و ملت کو اختلاف نہین ہے۔ خلوص نے
اپنی حقیقت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا ہے کہ ہر بنی نوع انسان

سکے دل و دماغ سے ایک ہی آواز بازگشت ہو رہی ہے ۔
خصوص تمام اوصاف روحانی اخص حقیقت انسان کے حواس خمسہ بیت تو پیا اوس کی. روح ناطقہ ہے. خلوص محراب عبادت کا وہ چراغ ہے کہ جس کی لو پر رحمت الہی بھی پروانہ بنکر گرجاتی ہے. لیکن اوس کے اسرار اور غوامض کے علم و عمل ست وہی حضرات ممتاز ہین. جن کا مرنا اور جینا محض خدا ہی کے لئے ہے. اور جن کا آئینہ دل عجب و ریا کے گرد و غبار سے پاک اور صاف ہے ۔
ہر شخص کا دعوی یہ ہے کہ اوس کا ہر فعل خلوص پر ہی مبنی ہے ۔ اوس مین اوس کے خود غرضی کا مخفی اثر کس قدر شامل ہے اوس کا علم اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے. اور اوس کی پوری پوری اطلاع انسان پر ممکن نہین. کیونکہ خلوص کا معیار آج تک ایسا کسی نے بھی قایم کیا ہے نہ کوئی کر سکتا کہ جس سے یقینی اندازہ ہو سکے کہ انسان کے ہر فعل مین خلوص اور خود غرضی کا حصہ کس طرح اور کس قدر ہے ۔
انسان صرف تمثیل یا حکایت کے پیرایہ مین اوس کا فیصلہ خود آپ اپنے دل ہی مین کر لے سکتا ہے کہ اوس کا ہر فعل مشرف بہ شرف خلوص کس قدر ہے. جس کا فعل تجلوۂ خلوص سے جلوہ گر ہوتا ہے تو وہ شاہد رحمت رب العلا بنجاتا ہے. اور جو عبادت زیور خلوص سے

آراستہ ہوتی ہے تو مقبولیت بھی شیدا ہو کر اوس کے گلے گیر ہو جاتی ہے
خلوص سے عبادت کو ایسا تعلق ہے جیسا کہ گل کو بو سے اور مکان
مکین سے ہوتا ہے ۔ اور جس گل مین بو نہ ہو اور جس مکان مین مکین نہ ہو
تو اوس کا وجود جس طرح بے کار سمجھا جاتا ہے اوسی طرح بغیر خلوص کے
ہر ایک عبادت اور ریاضت کا وجود محض بیکار اور بے سود ہے ۔

جلوہ گر یار نہ ہو تن مین تو جان ہیچ ہے ہیچ
جو مکان مین نہ مکین ہو تو مکان ہیچ ہے ہیچ

تواضع

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال	کہ چون سوار بمنزل رسد پیادہ شود

توکل اور تواضع یہ دونون آفتاب روح کے پرتو ہین توکل مکارم اخلاق
کا رخ زیبا ہے تو تواضع اوس کا حسن رونق افزا ہے بالخصوص توکل
دریاچہ عبادت کا ابتدا ہے ۔ اور تواضع شیوہ عبدیت کی انتہا ہے ۔
اور ہر ایک عبادت اور ریاضت کا نتیجہ اور عبد و رب کے فراق
و وصال کا دار و مدار ان دونون کمالات روحانی کی قوت پر منحصر ہے

بندہ توسن توکل پرسوار ہوکر میدان عبادت اور ریاضت مین جس قدر ہمت اور استقلال کے ساتھ قدم بڑھاتا ہے اوسی قدر محل تقرب الی اللہ اوس کے قریب ہوجاتا ہے۔ جس کا پہلا دروازہ مرتبہ تواضع ہے۔ جب بندہ محل تقرب کے قریب پہونچتا ہے تو انوار عظمت اور ہیبت الہی اوس پر اسقدر طاری ہوجاتے ہین کہ جس سے وہ بارگاہ خداوندی مین متواضع ہوجاتا ہے۔ یعنی وہ نہایت عجز وانکساری سے اپنا سر جھکا دیتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو اس قدر حقیر اور ذلیل اور ناچیز سمجھتا ہے کہ بالکل مٹی کی صفت جس کا عنصر مایہ خمیر ہے اوس سے وہ بالکل متصف ہوجاتا ہے۔

تواضع کند ہوشمند گزین		نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

مسئلہ تواضع مین علما اور فقرا مین اختلاف رائے ہے لقمان[۱] علیہ السلام نے کہا ہے۔ ہر ایک شے کے لئے سواری درکار ہے۔ عقل کے سواری کا مرکب تواضع ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے تواضع کی نسبت پوچھا گیا۔ اونھون نے فرمایا کہ بازو کا جھکانا اور پہلو کا نرم کرنا ہے۔

[۱] عوارف المعارف۔

ارباب ظاہر کے نزدیک بظاہر لوگون کے ساتھ محبت سے ملنا اور اون کی آؤبھگت اور جس قدر ہوسکے ہر شخص کے ساتھ نرمی اور فروتنی اور عاجزانہ برتاؤ کرنے کا نام تواضع ہے۔ لیکن اس جامۂ تواضع مین اون کی مہر مقبولیت اور شہرت اور ہر دلعزیزی کے انوار علانیہ نمایان ہوجاتے ہین جو بالکلیہ ریا اور عجب پر مبنی ہین۔

لیکن حضرات صوفیہ کا طریقہ تواضع اور اوس کا مفہوم جو علما او عوام الناس کے دلون پر سکہ رایج الوقت کی طرح چسپان ہے۔ اوس سے بالکل نرالا اور جداگانہ ہے۔ اون کے نزدیک اکتسابی اور ریاضی جزیات مین سے سالک کی حالت مقام فنا مین فروتنی اور مسکینی کے سانچے مین قدرتًا جوڈہلتی ہے۔ اوس سے اون کے تواضع کا سلسلہ رشتہ دوز ہے۔ اور انسان جب تک عشق اور محبت الٰہی مین فنا نہ ہو اون کے نزدیک حق ربوبیت اور شیوہ عبودیت بالکل ناتمام ہے۔ اور اوس کی حقیقت یہ ہے کہ سلوک الٰہ مین فنا اور بقا دونون مقامات آپسمین متقابل ہین مقام فنا مین سالک پر فروتنی اور عاجزی غالب ہوجاتی ہے۔ بخلاف اس کے مقام بقا مین سالک کی حالت جلال اور عظمت اور انانیت سے لبریز ہوجاتی ہے۔ جس کی ہستی محبت اور عشق و سوز و گداز

ملا سوانح عمری مولانا روم۔ مصنفہ شبلی نعمانی۔

مین فنا ہوجاتی ہے تو اون کے ذرہ ذرہ سے یہ صدا بلند ہوتی ہے ۔

غرہیم عاجزم وخاکسارم
خداوندا زعصیان شرمسارم

بخلاف اس کے بادۂ وحدت نے جن کے دل و دماغ کو مست اور سرشار کیا ہے اون کی طوطی زبانی کے ترانہ حقیقت کا یہی نغمہ ہے ۔

مائیم کہ در ہر نمطے جلوہ نمائیم
چون پر سر اظہار خود آئیم خدائیم
مائیم کہ خورشید جہاناب جہائیم
تابندہ و درخشندہ زبالائی سمائیم

من خدایم من خدایم من خدا
فارغم از کبر و کینہ از ہوا

وجدانی اور ذوقی حالت کا مرکز عالم بقا ہے اور عجز و فروتنی کا سلسلہ عالم فنا سے وابستہ ہے ۔ یہ دونون باکمال جذبات سالک کے دل مین بحر ذخار کی طرح موجزن ہوتے ہین ۔ سالک جب جذبۂ فنا مین محو ہوجاتا ہے تو دائرۂ عاجزی اور فروتنی مین گرفتار ہوجاتا ہے ۔ اور جب جذبۂ بقا کا تصرف اوس پر ہوتا ہے تو قید ہستی سے الگ اور بے نیاز ہوکر دعوی

خدائی کا کرتا ہے۔مقام بقا اور عالم استغراق مین جو کلمات خلاف شریعت سالکان سلوک کے نوک زبان سے بیساختہ ٹپک پڑتے ہین۔اون کو شطح اور شہاب کہتے ہین۔

غرض عالم فنا کی انتہائی کیفیت جو سالک کے دل پر بالارادہ عاجزانہ خاکسارانہ طاری ہوجاتی ہے۔اوس کو حضرات صوفیہ تواضع سے تعبیر کرتے ہین۔تواضع کی عظمت بہ نسبت اور اوصاف روحانی کے بدرجہا بڑی ہوئی ہے۔اوس کے تفہیم کے لئے ایک مختصر نقل جو حقیقی تواضع کی تصویر ہے وہ یہان لکھی جاتی ہے۔جس سے اوس کی عظمت اور بلندی جس قدر ہے اوس کا اندازہ اچھی طرح سے ہوسکے وہ یہ ہے کہ ایک شاہ صاحب جو کشتہ فنا تھے کسی بادشاہ کے تخت خاص پر جاکر بیٹھے اور ارکان دولت و پاسبانون نے اوس کو اوسپر سے اوٹھانے کی بڑی بڑی تدبیرین اور کوششین کین اونھون نے وہان سے اپنا قدم تک نہ اوٹھایا۔اسی اثنا مین بادشاہ اپنے وقت مقررہ پر پھونچا۔شاہ صاحب کو تخت پر دیکھکر اون سے پوچھا کہ تم کون ہو شاہ صاحب نے فرمایا کہ مین کچھ بھی نہین ہون۔پھر شاہ صاحب نے بادشاہ سے پوچھا کہ تو کون ہے۔اوس نے کہا کہ مین بادشاہ ہون پھر اونھون نے فرمایا کہ اس کے آگے کیا ہوگا۔اوس نے کہا کہ مین

شہنشاہ ہوگا پھر اونھون نے دریافت کیا کہ اوس کے بعد کیا ہے ۔ اس نے کہا کہ کچھ بھی نہین تو شاہ صاحب نے کہا کہ بھائی ابھی تو تجھے وہ درجہ طے کرنی ہین جب کہین تجھے رتبہ حاصل ہوگا بادشاہ کا دل اس حملہ سے سخت متاثر ہوگیا اور راون کے قدم پر گر پڑا اور اون کے ہاتھ پر اوس نے توبہ کرلی ۔

اذکار واشغال

در و دیوار چون آئینہ شد از کثرت ذکر	ہر کجا می نگرم نور خدا می بینم

حضرات صوفیا ورسالکان سلوک ظاہری عبادات مسنونہ سے فارغ ہونے کے بعد جن جن اذکار و اشغال کے ذریعہ تقرب الی اللہ پیدا کرتے ہین ۔ اون مین سے چند اذکار و اشغال یہان لکھے جاتے ہین ۔ تاکہ طالبان حق اوس سے واقف ہوکر منازل و مراتب الیہ کے طے کرنے مین آسانی ہو ۔

ذکر اسم ذات

بحبس دم و بکشادگی چشم	سہ قدر اللہ اللہ کہتے جائین کہ زبان خبر بھی ہو

نیرہ ہوجائے اس کے بہت فوائد ہین۔ اونیٰ فائدہ یہ ہے کہ دل بے اختیار ذاکر ہوجائے۔ بعد اس کے اعضائے جسمی اور جمیع اشیا ممکنات کو ذاکر دیکھے اور کانون سے سُنے تھوڑی ہی مدت مین مقام فنا اور بقا باللہ کا حاصل ہوجاتا ہے۔

ذکر چہار ضربی اذکار نفی و اثبات

بجلسہ سہو بیٹھکر لا کو درمیان زانون کے کھینچکر اوپر زانوے چپ کے لاے اور الہ کو کتف راست پر ضرب دیکر ہا کو کتف و بازوئے چپ پر ضرب دے اور چوتھی الا اللہ کو درمیان اپنے دل کے لگائے۔ واضح ہو کہ ضربات ثلثہ کلمۂ لا الہ مین اشارہ ہے۔ اوپر نفی ان تینون یعنی خطرات شیطانی اور نفسانی و ملکی پر۔ اور چوتھی ضرب الا اللہ کی اشارہ ہے اثبات ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ پر۔

پاس انفاس

بوقت برآمد نفس لا الہ اور وقت درآمد نفس الا اللہ کہتے جائین یا بخلاف اس کے اللہ اللہ یا ہُو ہُو کہتے جائین غرض کوئی دم ذکر الٰہی سے خالی نہ جائے۔

ذکر ارّہ

دوزانو بیٹھکر دونوں ہاتھ زانو پر رکھے اور لا الہ کہتے ہوئے دم کی کشش کے ساتھی سیدہا ہوا ور الا اللہ کہتے ہوئے ضرب لگائے طریقہ دوم یہ ہے کہ کہڑے ہوکر دونوں ہاتھ ملائے اور بجانب زمین کج ہوکر لا الہ کو تحت ناف سے بہ شد اسطرح کہینچے کہ سر و کمر و پشت برابر ہوں پھر خم ہوکر الا اللہ کی ضرب دلپر لگائے جسطرح کہ ارّہ کش لکڑی پر ارّہ چلاتا ہے اسیطرح آواز کشش کو تختۂ دل پر جاری کرے

ذکر قلب

بلا تعین جلسہ حبس دم کرے اور بہ تصور اسم ذات ولکو جنبش دیکر معدہ کو بالا کشش کرے اور نیچے لائے غرض علی التواتر اسیطرح کرے جب نفس تنگی کرے تو آہستہ سے چھوڑ دے اور پھر اسطرح شروع کرے پس ہر مرتبہ میں حبس دم کو ترقی دیتے رہے تاکہ بظاہر و باطن ہستی مطلق ظہور کرے۔

ذکر روح

دونوں زانو بیٹھے اور ہو الاول کہتے ہوئے ایک ضرب پہلوے راست لگائے اور ہو الآخر پہلوے چپ ہو الظاہر درمیان ثنا نون ہو الباطن

اپنی ذات میں ضرب لگانے اور پھر از سر نو شروع کرے فائدہ بے غایت ہو۔

ذکر بصر

موافق جلسہ مذکورہ کے بیٹھے اور یا شاہد کہتے ہوئے تا ضرب لگانے اور آنکھیں کھلی رکھے اور تصور کرے کہ ذات اس کی صفات میں منکشف ہے پھر یا شاہد کہتے ہوئے درمیان اپنے ضرب دوسرے اور آنکھیں بند رکھے اور تکر کرے کہ وہ صفات اپنی ذات میں منکشف ہے۔ پس اسی طرح متواتر کرے چند روز میں مکاشفہ حاصل ہو جاتا ہے۔

ذکر ندائی

دونوں زانو استادہ کر کے اس طرح بیٹھے کہ دونوں سرین زمین پر رہیں اور دونوں ہاتھ پیوستہ بجانب آسمان دراز کرے اور دونوں زانو پر کہنیاں رکھے پھر وہاں سے اپنی نشستگاہ پر اگر دونوں ہاتھ کھینچ کر الا اللہ کہتے ہوئے سینے پر ضرب لگائے اس طرح سے پے درپے کرے فائدہ اسکا بیحد ہے۔

ذکر مشاہدہ

چہار زانو بیٹھ کر نفی الوجود اپنے اور اثبات واجب الوجود کا پیش نظر رکھے

اور حالت نفی اور اثبات بین ترا نوئے چپ سے لا معبود و لا مطلوب و لا محبوب و لا موجود کہتے ہوئے سر کو بجانب کتف راست لیجا کر الا اللہ درمیان اپنے ضرب کرے وہو الا اللہ کو تحت ناف سے ام الدماغ تک پہونچا دے اور ساتھ ضرب ہو کے درمیان اپنے لگا اور یہی شروع کرے

شغل آئینہ

آئینہ رو برو رکھکر اپنے عکس مین خدا کا تصور کرے یعنی جیسا کہ حرکت سکون کا اوس سو ہے اسی طرح بحکم المومن مرات المومن حرکت سکون رب راحی جو عکس رب الارباب ہے بحکم لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ اس کے عکس مین موجود ہے اس کا تصور -

شغل مرشد

آنکھہ بند کر کے اس درجہ مرشد کا تصور کرے کہ خود مرشد اور عین صورت مرشد ہو جائے - اور جو قول و فعل اپنے سے سرزد ہون وہ بجانب مرشد تصور کرے اپنے شعور کی علحدگی اختیار کرے تاکہ فقط وہی شعور یعنے مرشد باقی رہجائے - اسی کا نام مرتبہ فنا فی الشیخ ہے -

شغل انہد

(شغل آواز) اس شغل کو طریقہ صوفیہ میں سلطان الاذکار و شغل انہد کہتے ہیں۔ اوس کے تین اقسام ہیں۔ اول یہ ہے کہ جو حرکت و جسم سے ایک آواز پیدا ہو جیسے حرکت و پا کوفتن آواز نکلتی ہے اور ایک سے کچھ [illegible] دوسرا [illegible] کہ بغیر حرکت [illegible] آتش [illegible] آواز [illegible] بسیط اور لطیف کہتے ہیں [illegible] سے آواز پیدا ہو [illegible] اوس کو تغیر و تبدل نہ ہو اگرچہ تمام عالم [illegible] مگر [illegible] کے اور کوئی اس سے مطلع نہیں ہے۔

احیا و معتبر میں آیا ہے کہ حضرت سرور عالم صلعم قبل از بعثت و بعد از بعثت اس شغل میں مشغول تھے چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم قبل از بعثت قدرے طعام [illegible] ہمراہ لیکر غار حرا میں تشریف لیجایا کرتے تھے جسکی برکت سے صورت جبرئیل کی آن حضرت پر ظاہر ہوئی اور وحی نازل ہونے لگی جناب سرور عالم صلعم سے کسی نے وحی کی نسبت سوال کیا آپ نے فرمایا مجھکو کبھی ایک آواز مثل آواز جرس اور گاہے مانند آواز زنبور عسل کے اور کبھی فرشتہ بشکل انسان متمثل ہو کر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ جنگل یا کسی مکان میں جہاں کسی کا گذر نہ ہو اور نہ کسی کی آواز آئے

رات کو یا دن کو بطور سہ پایہ بیٹھ کر دونوں انامل یا انگشت سے دونوں کان بند کرے اور خیال کرے کہ کانوں میں ایک آواز مثل پیدا ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے پس طالب کو چاہئے کہ ایک لحظہ اس آواز سے تغافل نہ ہو اور کان کی طرف توجہ کرے تاکہ وہ آواز رفتہ رفتہ ایسی غالب ہو جاوے رہا ساتھ ہے اور کسی وقت اور کسی جگہ حجرہ یا جنگل میں وہ آواز سنائی دیتی تھی اسی طرح بازار میں بھی سنائی دے اور بوقت غلبہ اس لطیفہ کے آواز اوس کی آواز ڈھول یا نقارہ پر بھی غالب ہو جاتی ہے جو کیفیت اس شغل میں ظاہر ہوتی ہے تقریر سے باہر ہے بعض درویش فاضل کو روئی میں لپیٹ کر کان کے سوراخ میں رکھتے ہیں تاکہ حرارت شغل سے آواز

طریقہ توجہ

مرید کو اپنے روبرو دوزانو بٹھاوے اور کہے کہ آنکھ بند کرے اور جانب دل متوجہ ہو بعدہ اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر ہمت القائے نسبت کی کرے تاکہ مرید کے دل پر فیوض غیبیہ کا اثر ہو اور اوس پر ایک طرح کی محویت اور بیخودی طاری ہو جاوے اور یہ طریقہ توجہ کا اہل نقشبندیہ تاثیر سے روز کرتے ہیں اور جس پر توجہ اثر نہ کرے یا قلب اوس کا سخت ہو اوس کے واسطے یہ تدبیر ہے کہ توجہ

کے وقت اوس کے دل کے پاس چراغ روشن کرکے رکھدوین تاکہ حرارت شعلہ چراغ [illegible]
سے قلب مین بھی حرارت پیدا ہوا ور بعض فقرا کے پاس توجہ کا یہ طریقہ ہے
کہ مرشد اور مرید دونون آنکھین بند کرکے متوجہ ہون اور دیر تک مراقبہ [illegible]
بعد پیدا ہونے گرمی کے دل مین باہمدگر محبت پیدا ہو جانے لیکن طالب [illegible]
لازم ہے کہ قبل توجہ دل کو بذکر اللہ جاری کرے تاکہ جلد تر تاثیر ہو۔ قلب جاری
ہونے کی شناخت یہ ہے کہ جس وقت بجانب باطن توجہ کرے [illegible]
اپنے انوار زرد و سفید و سیاہ و سرخ و سبز اپنے مین مشاہدہ کرے۔ [illegible]
استفادہ اور اون کے حالات دریافت کرنے کا بھی طریقہ یہی ہے۔ جب
اون کی طرف توجہ تام ہوتی ہے تو اون کے روحانی فیوضات اور برکات
لطیفہ قلب پر مترتب ہو جاتے ہین۔ جس سے گوناگون انوار اور حالات غریبہ کا
انکشاف ہوتا ہے۔ جس کو کشف القبور سے تعبیر کرتے ہین۔

دعا مولفہ

یا رب ہے خدائے کریم بے ہمتا ۔۔۔ سب ہے بر و بحر مین ترا جلوا
تو ہے مختار اور سب مجبور ۔۔۔ ذرہ ذرہ سے ہے عیان ترا نور
[illegible] کے بے نشان ہے تو ۔۔۔ نہ کسی پر کھلا کہان ہے تو
[illegible] جان سے قریب تر تو ہے ۔۔۔ اور ہر شے مین جلوہ گر تو ہے

مہربان مادر و پدر سے فزون — بہر چشم یقین نظر سے فزون
نہین تجھ سا انیس مضطر کا — تری مرضی لکھا مقدر کا
سب سے اول ہو سب سے آخر ہے — تو ہی باطن ہے تو ہی ظاہر ہے
راحم و ناصر و معین ہے تو — ہر مکان کے لئے مکین ہے تو
ہے الفت سے کہ ہین سرشار — مجھ کو ایسا بنا کہ ہون ہوشیار
جز و ناری کو دل ہین نور بنا — داغ الفت کو شمع طور بنا
فقر دے عجز دے توکل دے — عزم دے صبر دے تحمل دے
ہون زبان تیرے ذکر ہین شاغل — دل نہ ہو تیرے یاد سے غافل
ہو بقا ہین فنا کی کیفیت — ہم پہ کھل جائے اپنی ماہیت
شعلہ شمع ہر زبان بنجائے — مدعا جو ہے ہر زبان بنجائے

ہون سراپا سراج اہل یقین
بہ محمد و آلہ آمین



تمام شد